وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

فیضُ الکلَام

فی ترکِ القرأۃ خلف الامام

مؤلف

علامہ محمد صدیق نقشبندی مجددی

ناظم اعلیٰ جامعہ صدیقیہ مجددیہ سانگلہ ہل

تحقیق وتسوید وتخریج

ڈاکٹر محفوظ احمد

ایسوسی ایٹ پروفیسر اسلامیات جی سی یونیورسٹی فیصل آباد

مکتبہ معارف مَجدّدیہ سانگلہ ہِل ضلع ننکانہ صَاحِب

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

فیض الکلام
فی ترک القرأۃ خلف الامام

مولف

علامہ محمد صدیق نقشبندی مجددی

تحقیق، تسوید، تخریج

ڈاکٹر محفوظ احمد

مکتبہ معارف مجددیہ سانگلہ ہل ضلع ننکانہ صاحب

2007ء

انتساب

والدین کریمین رحمہما اللہ تعالیٰ اور
برادر محترم جناب نور محمد کے نام
جن کی تحریک، ترغیب اور تشویق سے بندہ کو
علوم دینیہ حاصل کرنے کی سعادت میسر ہوئی۔

نام کتاب — فیض الکلام فی ترک القرأۃ خلف الامام

مؤلف — حضرت علامہ محمد صدیق نقشبندی مجددی سانگلہ ہل

تحقیق، تسوید و تخریج — ڈاکٹر محفوظ احمد ایسوسی ایٹ پروفیسر جی سی یونیورسٹی فیصل آباد

تعداد صفحات — 128

فنی تدوین — زاہد حسین شاہ

طابع — جامعہ صدیقیہ مجددیہ سانگلہ ہل ضلع ننکانہ صاحب

ناشر — مکتبہ معارف مجددیہ سانگلہ ہل

مطبع — نیو علی پرنٹرز کمیٹی بازار سانگلہ ہل

سال طباعت — 2007ء / 1428ھ

تعداد — 1000

ملنے کے پتے — (i) جامعہ صدیقیہ مجددیہ سانگلہ ہل ضلع ننکانہ صاحب

فون نمبرز 0300-6672797,0300-7654559

(ii) میاں شاہد قمر 418/C مسلم ٹاؤن فیصل آباد

قیمت —

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم

بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش انبیاء ورسل مبعوث فرمائے۔ جن لوگوں کی طرف جس نبی کی بعثت ہوئی ان پر لازم کیا گیا کہ وہ اپنے نبی کی اطاعت واتباع کریں۔ سلسلہ نبوت کی آخری شخصیت حضرت رسول اکرم ﷺ ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین بنا کر قیامت تک لوگوں کے لئے مبعوث فرمایا۔

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر آپ کی اطاعت واتباع کا حکم دیا گیا ہے۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر 59 میں حکم دیا گیا۔

يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔

سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 31 میں فرمایا گیا۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

آپ فرمائیے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تب تم سے اللہ محبت کرنے لگے گا۔

آپ ﷺ کے اسوہ کو بہترین نمونہ قرار دیا گیا چنانچہ سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر 21 میں فرمایا گیا۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

(اے لوگو!) بے شک تمہاری راہنمائی کے لئے اللہ کے رسول (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے۔

آپ کا اسوۂ حسنہ قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ کی صورت میں ہمارے پاس محفوظ ہے۔ قرآن وحدیث میں مذکور محکم اور واضح احکام ومسائل میں تو تمام آئمہ فقہا کا اتفاق ہے لیکن ایسے احکام جن میں قدرے اخفاء ہے ان میں اہل علم نے اختلاف کیا۔ ہر کسی نے بہتر اور

ایسے احکام جن میں قدرے اخفاء ہے ان میں اہل علم نے اختلاف کیا۔ ہر کسی نے بہتر اور ترجیحی دلائل کی بنیاد پر احکام پر عمل کرنے کی کوشش کی۔ اس قسم کے اختلاف کا آغاز عہد رسالت مآب ﷺ میں ہی ہو گیا۔

چنانچہ صحیح بخاری کتاب المغازی میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے چند صحابہ کرامؓ سے فرمایا۔

لا یصلین احد العصر الا فی بنی قریظة فادرک بعضهم العصر فی الطریق فقال بعضهم لا نصلی حتی ناتیها و قال بعضهم بل نصلی لم یرد منا ذلک فذکر ذلک للنبی ﷺ فلم یعنف واحد منهم .

تم میں سے ہر کوئی عصر کی نماز بنی قریظہ کے ہاں ادا کرے، راستے میں عصر کی نماز کا وقت ہو گیا بعض صحابہ نے کہا کہ ہم عصر کی نماز بنی قریظہ کے ہاں ہی ادا کریں گے اور بعض نے راستے میں ہی نماز عصر ادا کر لی واپسی پر اس اختلاف کی اطلاع آپ ﷺ کو دی گئی تو آپ نے کسی کو نہ دھمکایا۔

آپ ﷺ کے وصال کے بعد قرآن مجید کے الفاظ کے مفاہیم کی وضاحت اور مدعا میں صحابہ کرامؓ میں بھی اختلافات پیدا ہوئے جن کی امثلہ کتب اصول اور کتب حدیث وتفسیر میں دیکھی جا سکتی ہیں، ان اختلافات کی بنا پر تابعین و تبع تابعین و دیگر آئمہ فقہا میں اختلافات قائم ہو گئے۔

علماء اصول نے ان فقہی اختلافات کے درج ذیل اہم اسباب نقل کئے۔

(1) نص کے ثبوت وعدم ثبوت میں اختلاف

(2) فہم نص میں اختلاف

(3) متعارض نصوص کی جمع وترجیح میں اختلاف

ان اسباب کی بنا پر امت مسلمہ میں چار معروف فقہی مذاہب معرض وجود میں آئے۔

مذہب حنفی۔ اس کے بانی حضرت امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ (م 150ھ) ہیں۔

مذہب مالکی۔ جس کے بانی حضرت امام مالک بن انسؒ (م 179ھ) ہیں۔

مذہب شافعی۔ حضرت امام محمد بن ادریس الشافعیؒ (م 204ھ) اس کے بانی ہیں۔

مذہب حنبلی۔ اس کے بانی حضرت امام احمد بن حنبلؒ (م 241ھ) ہیں۔

یہ چاروں مذاہب اہل سنت کے مذاہب ہیں اور چاروں حق پر ہیں۔ ان آئمہ اربعہ کے بعد ان کے مقلد دنیا کے کونے کونے میں کروڑوں کی تعداد میں تواتر کے ساتھ رہے اور آج بھی موجود ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

(1) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول اکرم ﷺ اور آپ میں سے اہل علم کی اطاعت کرو۔ (النساء:59)

(2) وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ۭ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ۭ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا (النساء:83)

اور جب ان کے پاس اطمینان یا خوف سے کوئی بات ان کے پاس آتی ہے تو وہ چرچا کرنے لگتے ہیں اگر وہ اسے رسول (ﷺ) اور اپنی جماعت سے اہل علم واقتدار لوگوں کی طرف لٹا دیتے تو اس خبر (کی حقیقت) کو وہ لوگ جان لیتے جو ان میں سے بات کا نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں۔

(3) وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا (النساء:115)

جو شخص رسول (ﷺ) کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ اس کے لئے راہ ہدایت روشن ہو گئی اور اس راہ پہ چلے جو مسلمانوں کی راہ سے الگ ہے تو ہم اسے ادھر پھیر دیں گے جدھر وہ خود پھرا اور اسے جہنم میں ڈال دیں گے اور یہ بہت بری رہنے کی جگہ ہے۔

(4) فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (التوبہ:122)

ہر گروہ میں سے ایک جماعت علم حاصل کرنے کے لئے کیوں نہ نکلی تا کہ جب تک وہ واپس آئے تو اپنے گروہ کو احکام پہنچائے تا کہ وہ گناہوں سے بچیں۔

(5) فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (النحل:43)

اہل علم سے (مسائل) پوچھ لو اگر تم (ان مسائل کو) نہیں جانتے۔

(6) وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ (لقمان:15)

اس شخص کے طریق کی اتباع کرو جس نے میری طرف رجوع کیا۔

اسی طرح آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

(1) علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المهدیین (ابن ماجہ)

تم پر میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء کی سنت لازمی ہے۔

(2) اقتدوا بالذین من بعدی من اصحابی ابی بکر و عمر (ترمذی)

میرے بعد میرے اصحاب میں سے ابوبکرؓ و عمرؓ کی اقتداء کرنا۔

(3) اهتدوا بهدی عمار و تمسکوا بعهد ابن مسعود (ترمذی)

عمارؓ کے طریق سے ہدایت حاصل کرو اور ابن مسعودؓ کے امور دین سے تمسک کرو۔

ان آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ میں امت مسلمہ کے عام لوگوں کو اہل علم کی اطاعت، اتباع، اقتداء، اهتداء اور تمسک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

جس طرح اہل علم نے تفسیر، حدیث اور فقہ میں متعدد اصطلاحات وضع کیں اسی طرح انہوں نے اطاعت، اتباع، اقتداء، اهتداء اور تمسک کے لئے تقلید کی اصطلاح وضع کی۔

عام لوگوں کو اہل علم کی تقلید کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا کہ خیار العلماء دین کے مسائل و احکام سے متعلق جو بات بھی کریں گے ان کی بنیاد قرآن و سنت اور دیگر ادلہ شرعیہ ہوگی اور یہی علماء حق کی علامت ہے لہذا ان کی تقلید ایسی نہیں ہوگی جیسے کفار اپنے آباؤ اجداد کی اتباع اور پیروی کرتے تھے اور جس کا ذکر قرآن مجید میں یوں کیا گیا۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (التوبہ:31)

یہود و نصاریٰ نے اپنے علماء اور راہبوں کو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں خدا بنالیا۔

ہم نے آئمہ فقہا کو اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کے مقابلہ میں اللہ اور رسول نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کے احکامات پر چلنے کے لئے مقتداء تسلیم کیا ہے جس کا حکم امت مسلمہ کو مذکورہ بالا آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ میں دیا گیا۔ بعض لوگوں نے ان آئمہ فقہا کو من دون اللہ قرار دیا ہے حالانکہ یہ لوگ من دون اللہ نہیں بلکہ مع اللہ ہیں لہذا ان کی تقلید نہ تو شرک ہے اور نہ ہی گناہ بلکہ ان کی تقلید احکام شرعیہ کی فہم میں بہت سی غلطیوں سے بچانے میں معاون ثابت ہوتی ہیں۔

برصغیر پاک و ہند کے ایک طبقہ نے ان قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور امت مسلمہ کے اس تواتر عملی کی مخالفت کرتے ہوئے تقلید کو حرام قرار دے کر خود کو اہل حدیث، وہابی اور غیر مقلد قرار دیا۔

مقلد اور غیر مقلد مسلمانوں میں بعض اہم عقائد اور مسائل و احکام میں اختلافات موجود ہیں۔ انہی مسائل میں ایک مسئلہ قرأۃ الفاتحہ خلف الامام ہے۔

اس مسئلہ میں بنیادی اختلاف یہ ہے کہ اہل سنت (احناف) کے نزدیک قرأت الفاتحہ منفرد نمازی کے لئے تو لازمی ہے البتہ جماعت کی صورت میں امام کے لئے لازمی اور مقتدی کے لئے ترک ضروری ہے جب کہ غیر مقلدین کے نزدیک منفرد، امام اور مقتدی ہر کسی کے لئے نماز کی ہر رکعت میں قرأۃ الفاتحہ فرض ہے، یہ نماز کا رکن ہے اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی ہے۔

نماز اسلامی عبادات میں سے پہلی اہم اور مرکزی عبادت ہے۔ اقامت صلوٰۃ کے بارے میں قرآن حکیم میں بیسیوں بار حکم دیا گیا لیکن اداء نماز کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد صحیح بخاری میں ہے کہ صلوا کما رأیتمونی اصلی

مسلمانو! اس طرح نماز ادا کرو جیسے تم نے مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا۔

لہذا ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اس طرح نماز ادا کریں جیسے رسول اکرم ﷺ نماز ادا کرتے تھے۔

اہل علم پر ضروری تھا کہ وہ عام مسلمانوں کو اس سلسلے میں قرآن حکیم، احادیث مبارکہ اور صحابہ کرامؓ کے آثار و اقوال کی روشنی میں راہنمائی کریں۔

اس فرض کو ادا کرنے کے لئے اس سے قبل مولانا محمد حسن محدث فیض پور کلاں ضلع شیخوپورہ نے الدلیل المبین عن ترک القرأۃ للمقتدین اور علامہ محمد سرفراز صفدر (گوجرانوالہ) نے احسن الکلام فی ترک القرأۃ خلف الامام کے نام سے کتب تصنیف کیں۔

بعض علماء کرام نے رسائل تصنیف کئے جن میں ہدایۃ المعتدی، خاتمۃ الکتاب، اسکات المعتدی، ظل الغمام اور آثار السنن معروف ہیں۔ بعض علماء کرام نے جزوی طور پر اس مسئلہ سے متعلق اپنی تصانیف میں بحث کی ہے جیسے حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمیؒ (م 1971ء) نے اپنی کتاب جاء الحق میں قرأۃ الفاتحہ خلف الامام پر ایک مضمون تحریر کیا ہے۔

چونکہ مذکورہ بالا دونوں کتب مفصل بھی تھیں اور عام قاری کے لئے مشکل بھی اور دیگر رسائل انتہائی مختصر تھے لہذا ضرورت محسوس کی گئی کہ اس موضوع پر ایسی کتاب تالیف کی جائے جو عام فہم بھی ہو اور مدلل بھی، جامع بھی اور مختصر بھی، لہذا والد گرامی حضرت علامہ محمد صدیق صاحب نقشبندی مجددی مدظلہ العالی نے بڑی جامعیت اور اختصار کے ساتھ اس موضوع پر قلم اٹھایا اور یہ کتاب تالیف کی اور اس کی تحقیق، تسوید اور تخریج کی ذمہ داری بندہ کے سپرد کی گئی جسے حتی المقدور احسن طریقے سے ادا کرنے کی کوشش کی گئی۔

تحقیق کے مطابق اس کتاب کو دو ابواب میں تقسیم کیا گیا۔

باب اول میں قائلین قرأۃ الفاتحہ خلف الامام (غیر مقلد اہل حدیث) اور منکرین قرأۃ الفاتحہ خلف الامام (اہل سنت و جماعت احناف) کے مدعا کو بیان کیا گیا۔ قرآن مجید میں مذکور ان آیات کو پیش کیا گیا جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جب بھی قرآن مجید کی قرأت ہو تو اسے توجہ سے سننا چاہیے۔ اس ضمن میں استماع اور انصات کا مفہوم کتب لغت سے بیان کیا گیا اس کے علاوہ آیت استماع کے بارے میں غیر مقلدین کے مختلف شبہات کا ازالہ پیش کیا گیا۔ اس آیت کے بارے میں غیر مقلدین کے دس اعتراضات کے جوابات بھی دیئے گئے۔

باب دوم میں رسول اللہ ﷺ کی احادیث، خلفاء راشدین، مقتدر صحابہ کرامؓ اور چند آئمہ فقہا کے اقوال اعمال کو بھی پیش کیا گیا جن سے یہ صراحت ہوتی ہے کہ مقتدی کے لئے قرأت فاتحہ خلف الامام کا کوئی حکم نہیں بلکہ امام کی قرأت ہی مقتدی کے لئے قرأت ہوتی ہے۔

اس کتاب کو اغلاط سے مبرا رکھنے کے لئے پروف کی متعدد بار ریڈنگ کی گئی لیکن قارئین سے درخواست ہے کہ اگر کہیں کوئی غلطی پائیں تو مطلع کریں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح کی جا سکے۔

اس سے قبل بھی والد گرامی کے چار خطبات جو عظمت علماء کے نام سے تصنیف کئے گئے ان کی تخریج، تسوید اور تحقیق کے فرض کو میں نے پورا کیا جسے قارئین نے بہت سراہا۔ میں جناب صاحبزادہ محمد عطاء المصطفٰے نوری مہتمم اور حضرت علامہ محمد اشرف شاد نائب مہتمم جامعہ قادریہ فیصل آباد کا انتہائی ممنون ہوں جنہوں نے عظمت علماء کو زیور طباعت سے آراستہ کیا۔

میں جناب محترم میاں شاہد قمر مسلم ٹاؤن فیصل آباد کا بھی تہہ دل ممنون ہوں جنہوں نے اپنی والدہ محترمہ مرحومہ کے ایصالِ ثواب کے لئے اس کتاب کو زیور طباعت سے آراستہ کیا، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

اس کتاب کے حوالے سے میں جناب شبیر حسین شاہین سانگلہ ہل کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کتاب کی کمپوزنگ میں بہت معاونت کی۔

میں اس موقع پر زاہد حسین شاہ نیو علی پرنٹرز سانگلہ ہل کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ انہوں نے قلیل الوقت میں کتاب کو کمپوزنگ سے آراستہ کیا۔ آخر میں اللہ تعالیٰ سے بتوسل پیارے آقا ﷺ عرض گزار ہوں کہ وہ اس علمی کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

وَمَا تَوْفِيْقِىْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ

گر قبول افتد زہے عزو شرف

ڈاکٹر محفوظ احمد
ایم اے عربی، اسلامیات، سیاسیات (P.U.)
ایم فل اسلامیات (A.I.O.U.)، پی ایچ ڈی (S.U.)
ایسوسی ایٹ پروفیسر اسلامیات جی سی یونیورسٹی فیصل آباد

مورخہ: 11 اکتوبر 2007ء

تعارف مولف

ابتدائی حالات

آپ کا نام محمد صدیق ہے۔ فروری 1927ء میں موضع رگالہ تحصیل شکر گڑھ ضلع نارووال کے ایک متوسط گھرانے میں پیدا ہوئے، دین محمد نامی ایک شخص لیسر خورد کے امام مسجد تھے، یہ میرے دادا جان کے دوست تھے، انہوں نے ایک بار میرے دادا حضور کو یہ مشورہ دیا کہ آپ اپنے کسی ایک بیٹے کو دین کی تعلیم ضرور دیجئے، اس مشورے پر عمل کرتے ہوئے انہوں نے اپنے تین بیٹوں کو مدرسہ میں داخل کیا لیکن دینی علم کی تکمیل صرف والد گرامی کے حصے میں آئی، اس کا آغاز ایسے ہوا کہ آپ نے ابتدائی تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول لیسر کلاں تحصیل شکر گڑھ سے مکمل کی، اس کے بعد علی پور سیداں شریف کے ایک مدرسہ میں آپ داخل ہوئے جہاں 7 ماہ میں قرآن حکیم ناظرہ پڑھنے کے علاوہ درس نظامی کی ابتدائی کتب پڑھیں۔ اس وقت آپ کو امیر شریعت حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحبؒ (م 1370ھ) سے بھی مصاحبت کا شرف حاصل ہوا۔

تعلیم

1942ء کے آخر میں شکر گڑھ کے ایک قصبہ سکھو چک میں حضرت مولانا غلام جیلانی ہزاروی تلمیذ شیخ القرآن حضرت مولانا عبدالغفور ہزاروی (م 1970ء) نے ایک مدرسہ قائم کیا۔ بایں وجہ آپ علی پور سیداں شریف سے یہاں آگئے، یہاں آپ نے مولانا غلام جیلانی سے پند نامہ، گلستان، بوستان، ابواب الصرف، دستور المبتدی، زنجانی، مراح الارواح، ہدایت النحو، شرح مائۃ عامل اور منیۃ المصلی پڑھیں۔

1945ء میں آپ مدرسہ حزب الاحناف لاہور تشریف لے آئے ابتداً یہاں کا موسم موافق نہ آنے کی وجہ سے آپ دریائے بیاس کے کنارے واقع ایک موضع پٹھ ضلع گورداس پور

جہاں پیر سید چراغ علی شاہ صاحب (م1389ھ) نے دارالعلوم چراغیہ کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا ہوا تھا میں داخل ہوئے، یہاں حضرت مولانا عبدالعزیزؒ (م1995ء) جن کا مزار گوجرہ کے بڑے قبرستان میں موجود ہے) سے کسب علم کیا پھر پاکستان بننے کے بعد 1947ء میں مدرسہ حزب الاحناف لاہور میں دوبارہ داخل ہو گئے پھر یہاں سے درس نظامی کی تکمیل کی۔اس مدرسہ میں جن اساتذہ کرام سے کسب فیض کیا،ان میں مولانا سید محمد انور (قریبی عزیز شیخ الحدیث مولانا سید احمدؒ)، مولانا محمد امین الحق کیمبل پوری، مولانا محمد منور، حضرت مولانا مفتی محمد حسین نعیمی (م1998ء) اور شیخ الحدیث حضرت علامہ سید احمد (م1398ھ/1978ء) زیادہ معروف ہیں۔اسی دوران آپ نے مولانا حکیم نور احمد سے طب کی تعلیم بھی مکمل حاصل کی۔1949ء میں آپ رشتہ ازدواج میں منسلک ہوگئے۔

عملی زندگی

تعلیم سے فراغت کے بعد آپ کچھ عرصہ مدرسہ حزب الاحناف لاہور میں رہے،اس کے بعد ساہیوال ضلع سرگودھا کے قریب قصبہ لکھی وال میں بطور مدرس مقرر ہوئے، کچھ عرصہ بعد یہاں سے واربرٹن اور شیخوپورہ میں بھی مقیم رہے۔1953ء میں سجادہ نشین مکان شریف حضرت پیر سید محفوظ حسین شاہ صاحب کے فرمان کے مطابق خانقاہ مکان شریف کے مدرسہ "مدرسۃ القیوم" بھلیر چک 119 سانگلہ ہل ضلع ننکانہ صاحب (سابق ضلع شیخوپورہ) میں بطور مدرس تشریف لے آئے، 8 دسمبر 1960ء کو آپ کے والد محترم کا وصال ہوا، اس مدرسہ میں 1965ء تک درس وتدریس کا فریضہ انجام دیا اسی دوران محکمہ اوقاف کی طرف سے اس خانقاہ کی جامع مسجد میں بطور خطیب بھی فرائض سرانجام دیئے۔1965ء میں مرید کے تبادلہ ہوجانے کے باعث محکمہ اوقاف کی ملازمت کو یہ کہہ کر استعفیٰ دے دیا کہ ایک عالم دین کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ محض تنخواہ کی خاطر ایک مسجد سے دوسری مسجد میں جائے۔

21 جون 1968ء سے لے کر 19 اپریل 2004ء تک جامع مسجد نور غوثیہ سانگلہ ہل میں خطابت کے فرائض سرانجام دیئے۔بعد ازاں مرکزی رضوی جامع مسجد سانگلہ ہل میں 4 فروری 2005ء بمطابق 24 ذی الحجہ 1425ھ تک اعزازی طور پر خطابت کرتے رہے۔
13 جون 1972ء کو آپ کی والدہ محترمہ کا انتقال ہوا۔1977ء میں آپ نے بھلیر چک 119 سے سانگلہ ہل رہائش منتقل کی، اسی سال جامعہ صدیقیہ مجددیہ کے نام سے سانگلہ ہل میں ایک مدرسہ قائم کیا جہاں ہنوز تعلیم وتعلم کا سلسلہ جاری ہے۔11 فروری 2005ء بمطابق یکم محرم 1426ھ سے 30 دسمبر 2005ء بمطابق 27 ذیقعد 1426ھ تک اسی جامعہ کی مسجد "جامع مجددیہ" میں خطبہ جمعۃ المبارک دیا۔جامع مسجد نور غوثیہ سانگلہ ہل کی انجمن کی معذرت اور پرزور اصرار پر 6 جنوری 2006ء بمطابق 5 ذی الحج 1426ھ سے دوبارہ خطبہ جمعۃ المبارک کا آغاز جامع مسجد نور غوثیہ میں کیا اور تا حال خطبہ جمعۃ المبارک کا یہ سلسلہ جاری ہے۔
راقم الحروف کی والدہ محترمہ کا انتقال 24 جنوری 2001ء بمطابق 28 شوال 1421ھ بروز بدھ ہوا۔

تلامذہ

مدرسۃ القیوم بھلیر چک 119 میں جن طلباء نے آپ سے درس نظامی کی تکمیل کی ان میں صاحبزادہ سید حسام القیوم سجادہ نشین مکان شریف، مولانا عبدالروف، مولانا عبدالرشید ارشدؒ (م1989ء، چنتر انوالہ تحصیل چنیوٹ)، مولانا حکیم محمد اظہر (بھلیر چک 119)، مولانا غلام رسول (م1999ء) شیخوپورہ، مولانا قاری محمد یوسف سیالوی شیخوپورہ، مولانا محمد حنیف مجددی سانگلہ ہل، مولانا سید مظفر حسین بخاری (م2003ء)، مولانا محمد لقمان فیضی ساہیوال اور حافظ محمد نصیر احمد کمال پور (دارالاحسان) زیادہ معروف ہیں۔

جامعہ صدیقیہ مجددیہ سانگلہ ہل سے جن طلباء نے آپ سے کسب علم کیا، ان میں راقم الحروف کے علاوہ مولانا محمد فیاض سانگلہ ہل، حافظ محمد عزیز الرحمٰن، پروفیسر ڈاکٹر محفوظ احمد، مولانا عبدالسلام شکر گڑھ، علامہ محمد اشرف (ناظم جامعہ قادریہ فیصل آباد)، مولانا محمد سلیمان سانگلہ ہل، مولانا محمد منصب سانگلہ ہل، صاحبزادہ سید اظفار حیدر مکان شریفی بھلیر چک 119 اور علامہ محمد طیب صدیقی شکر گڑھ زیادہ معروف ہیں۔

سلسلہ بیعت

سلسلہ طریقت کے لحاظ سے آپ نقشبندی مجددی ہیں، حضرت شیخ المشائخ پیر سید محمد فیض احمد قندھاریؒ (م 1380ھ) سے آپ نے اس سلسلے کا روحانی فیض حاصل کیا، ان کے علاوہ آپ کو حضرت شیخ الحدیث مولانا سید احمد لاہوریؒ اور حضرت پیر سید محفوظ حسینؒ سجادہ نشین مکان شریف سے بھی سلسلہ بیعت کے اجراء کی اجازت حاصل ہے اسی لئے آپ نے اسی سلسلے کو جاری رکھا ہوا ہے۔

سیاسی زندگی

آپ کو پیشہ وارانہ سیاست سے باقاعدہ کوئی دلچسپی نہیں البتہ معلومات اور وابستگی کی حد تک سیاست سے کچھ تعلق ضرور ہے، دوران تعلیم جب آپ لاہور میں تھے اس وقت تحریک قیام پاکستان کے سلسلہ میں بڑے بڑے اجتماعات میں شرکت کی اسی سلسلہ میں قائد اعظم محمد علی جناحؒ جب اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور ایک جلسہ میں شرکت کے لئے آئے تو اس جلسہ میں آپ بھی شریک ہوئے۔

قیام پاکستان کے بعد نفاذ شریعت کے بارے میں علماء کرام نے قومی سطح پر جو کوششیں کیں آپ ان کوششوں میں بھی برابر شریک رہے۔ 1971ء کے انتخابات کے وقت جب جمعیت علماء پاکستان قائم ہوئی تو آپ کو ضلع شیخوپورہ کا صدر نامزد کیا گیا۔ اس مقصد

کے لئے آپ نے ضلع شیخوپورہ میں بہت سے اجتماعات کا انعقاد کیا۔ اسی سال ٹوبہ ٹیک سنگھ میں منعقد ہونے والی کل پاکستان سنی کانفرنس میں بھی آپ نے شرکت کی۔

1974ء میں جب قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لئے تحریک ختم نبوت کا آغاز ہوا تو آپ نے نہ صرف ختم نبوت کے موضوع پر سانگلہ ہل میں بہت سے خطبات دیئے بلکہ ضلع شیخوپورہ میں اس تحریک کو جلا بخشنے میں اہم کردار ادا کیا۔

با اقتدار لوگوں کی طرف سے جب بھی کبھی اسلام کے خلاف کوئی بھی اقدامات کئے گئے تو آپ نے اپنے خطبات میں نہ صرف ان پر تنقید کی بلکہ عوام کو ان کے نقصانات سے آگاہ بھی کیا۔ یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ جولائی 2007ء کو اسلام آباد میں ہونے والے حکومتی اقدامات کو بھی آپ نے اسلام کے خلاف ایک سازش قرار دیا۔

سفر حج

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو مرتبہ (1982ء اور 1995ء) حج اور دو مرتبہ عمرہ کی سعادت فرمائی۔ حج کے علاوہ آپ نے ایک مرتبہ زمانہ طالب علمی میں اور دو مرتبہ (دسمبر 1980ء اور نومبر 1983ء) قیام پاکستان کے بعد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقیؒ کے دربار عالیہ سرہند شریف میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔

تصنیفات

درس و تدریس کے علاوہ آپ نے متعدد موضوعات پر قلم اٹھایا ہے اور اس طرح متعدد کتب بھی تصنیف کیں ان میں القول الشنیع، تحقیق ماتم، تفسیر فاتحۃ الکتاب اور عظمت علماء زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں جبکہ فیض الکلام فی ترک القرأۃ خلف الامام زیر طبع ہے اس کے علاوہ بہت سا قلمی کام موجود ہے جن کی طباعت مستقبل قریب میں ممکن ہے۔

اولا دامجاد

اللہ تعالیٰ نے آپ کو چھ بیٹوں اور تین بیٹیوں سے نوازا ہے۔چار بیٹے پرائیویٹ اور گورنمنٹ سروس کر رہے ہیں، صاحبزادہ ڈاکٹر محفوظ احمد گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد میں بطور ایسوسی ایٹ پروفیسر اسلامیات تدریسی فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

راقم الحروف جامعہ صدیقیہ مجددیہ کی نظامت کے علاوہ جامعہ کی مسجد میں خطابت کے فرائض بھی سرانجام دے رہا ہے نیز مدنی طبی ہسپتال کے نام سے ایک ہسپتال بھی قائم کیا ہوا ہے جس میں بے شمار افراد جسمانی امراض سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔

الحمدلله رب العالمين والصلوة والسلام على رحمة للعالمين وعلى آله واصحابه اجمعين .

صاحبزادہ مفتی محمد اظہار القیوم

ناظم جامعہ صدیقیہ مجددیہ سانگلہ ہل ضلع ننکانہ صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَشْرَفِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ٥ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (1)

نماز اسلام کے ارکان خمسہ میں سے دوسرا عظیم الشان رکن ہے۔اس کی ادائیگی ہر عاقل بالغ مسلمان پر فرض عین ہے۔اس کے فرائض وواجبات کا جاننا بہت ضروری ہے۔آئمہ فقہا کے نزدیک نماز کے یہ سات فرائض ہیں۔

(1) تکبیر تحریمہ (2) قیام (3) قرأت (4) رکوع (5) سجدہ (6) قعدہ آخیرہ (7) خروج بصنعہ یعنی احسن طریقہ سے نماز کا اختتام کرنا۔(2)

ان کے علاوہ باقی افعال واجبات وسنن اور آداب صلوٰۃ کہلاتے ہیں۔کتب احادیث اور فقہ میں ان کی تفصیل دیکھی جاسکتی ہے۔اس کتاب میں فرائض صلوٰۃ میں سے جس مسئلہ کی وضاحت مقصود ہے۔وہ صرف تیسرا فرض قرأت ہے جس کے متعلق قدرے وضاحت کی جائے گی۔

باب اول

قرأت خلف الامام اور قرآن حکیم

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ قرأت کا حکم کس نمازی کے لئے ہے اور کس کے لئے نہیں ۔خصوصاً قرأت الفاتحہ خلف الامام کے بارے میں آئمہ اہل سنت و جماعت اور اہل حدیث (غیر مقلدین) کے نظریات کیا ہیں؟ اس ضمن میں ان فریقین کے نظریات کا جائزہ پیش کیا جائے گا۔

اس کتاب کے تحریر کرنے کا مقصد کسی کے خلاف کیچڑ اچھالنا نہیں بلکہ لوگوں تک اس مسئلہ کی قرآن و حدیث کی روشنی میں اصل حقیقت اور اس کے متعلق علم پہنچانا ہے کیوں کہ علم سیکھنا اور سکھانا فرض ہے۔ اس کے بعد یہ اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ نماز میں قرأت سے مراد قرآن مجید کا مطلق پڑھنا ہے خواہ سورۃ الفاتحہ ہو یا کوئی اور سورت۔ یہ مطلق قرأت حسب حکم خداوندی ہے۔اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ نماز میں جو قرأت کی جاتی ہے، اس کی دو حیثیتیں ہیں۔ایک عام اور دوسری خاص:۔

عام قرأت

عام قرأت سے مراد یہ ہے کہ نمازی قرآن حکیم کی ایک سو چودہ سورتوں میں سے بلا تعیین و تخصیص جہاں سے چاہے جتنا چاہے پڑھ سکتا ہے۔جیسا کہ اس کا حکم سورۃ المزمل میں اس طرح دیا گیا۔ "فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ" (3)

یعنی قرآن سے اتنا پڑھو جتنا تمہیں آسان لگے۔

اس آیت سے نماز میں مطلق قرأۃ قرآن کی فرضیت بطریق واضح ثابت ہوتی ہے۔

کسی سورت کی کوئی تخصیص نہیں، الحمد سے لے کر والناس تک قرآن ہے۔نمازی جہاں سے چاہے اور جتنا چاہے قرآن پڑھ سکتا ہے۔آیت میں حکم عام ہے اور تمام آیات قرآنی کو شامل ہے۔کسی انسان کو اس عمومیت سے کسی سورت کا نکالنا جائز نہیں۔

خاص قرأت

خاص قرأت سے مراد سورۃ فاتحہ ہے جس کے پڑھنے کا حکم اس حدیث سے ملتا ہے جسے حضرت عبادہ بن الصامتؓ نے روایت کیا ہے۔کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

لا صلوۃ لمن لم یقرأ فیھا بفاتحہ الکتاب (4)

اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جس نے نماز میں سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی تقریباً اسی طرح ایک دوسری حدیث بھی ہے جس کو حضرت ابو ہریرۃؓ نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔

"من صلی صلوٰۃ لم یقرأ فیھا بام القرآن فھی خداج غیر تمام" (5)

جس شخص نے نماز پڑھی اور اس میں سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی تو اس کی نماز ناقص ہے پوری نہیں۔ یاد رہے کہ عام قرأت یعنی مطلق قرأت نماز میں بحکم قرآن فرض ہے اور خاص قرأت یعنی سورۃ فاتحہ نماز میں پڑھنا بحکم حدیث واجب ہے۔

قرآن حکیم کا حکم فرض اور حدیث کا حکم واجب کیوں؟ اس لئے کہ قرآنی آیت قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت ہے۔اس سے جو حکم بھی ثابت ہوگا وہ یقینی اور قطعی ہوگا جس پر عمل کرنا فرض ہے اور حدیث خبر واحد کا درجہ رکھتی ہے جو قرآن حکیم کی مثل قطعی نہیں ہے۔جب یہ حدیث قطعی نہیں بلکہ ظنی ہے تو اس سے جو حکم ثابت ہوگا واجب ہوگا نہ کہ فرض۔فرض کے اثبات کا یہ اصول کتب اصول فقہ میں موجود ہے، مزید تفصیل کے لئے ڈاکٹر عبدالکریم زیدان کی کتاب الوجیز کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔فرض اور واجب میں لزوم عمل کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں دونوں برابر ہیں۔ہاں اعتقاد میں فرق ہے۔فرض کا منکر کافر ہوتا ہے اور

واجب کا منکر کافر نہیں بلکہ فاسق کہلاتا ہے اور ان کے درمیان حکم میں بھی فرق ہے، نماز کا فرض ترک کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور واجب کے ترک کرنے سے نماز فاسد نہیں بلکہ ناقص ہوتی ہے اور اس نقصان کا تدارک سجدہ سہو سے ہو جاتا ہے۔ کما فی الاصول۔

اس فرض اور واجب کے حوالے سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نمازی قرآن حکیم اور حدیث مبارکہ کے حکم کے مطابق اس فرض اور واجب کی ادائیگی نماز میں کیسے کرے گا؟ جب کہ یہ حدیث قرآن حکیم کی عمومیت کے مخالف ہے، دراصل یہ کتاب اسی سوال کو سمجھنے، سمجھانے اور اس کے جواب کی غرض سے تحریر کی جارہی ہے۔ اس مسئلہ قرأت کے سمجھنے کے لئے پہلے ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ نماز کی ادائیگی کے لحاظ سے نمازی کی کتنی اقسام ہیں؟

فقہاء کرام کے نزدیک نمازی تین قسم کے ہوتے ہیں۔

اول۔ امام　　دوم۔ مقتدی　　سوم۔ منفرد

امام　　امام سے مراد وہ شخص ہے جو نماز کی جماعت کرا رہا ہے۔

مقتدی　　مقتدی سے مراد وہ شخص ہے جو اس امام کے پیچھے نماز ادا کر رہا ہو۔

منفرد　　منفرد سے مراد وہ آدمی ہے جو اکیلا نماز پڑھ رہا ہو۔

قرأت کے متعلق نظریات

امام اور منفرد کے متعلق تو تمام مذاہب کا اتفاق ہے کہ انہیں قرأۃ فاتحہ ضرور کرنی چاہیے لیکن مقتدی کی قرأت کے متعلق دو نظریات ہیں۔

اول

اہل سنت و جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ مقتدی جب امام کی اقتدا کر لیتا ہے تو اب اس پر امام جسے رسول اکرم ﷺ نے "الامام الضامن" (6) فرمایا ہے کی قرأت سننا فرض ہے جیسا کہ سورۃ الاعراف میں حکم خداوندی ہے۔

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (7)

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

اس حکم کے مطابق مقتدی قرأت عام یا قرأت خاص میں سے کسی قسم کی کوئی قرأت نہیں کرے گا، یعنی نہ سورۃ فاتحہ کی اور نہ ہی کوئی دوسری قرأت۔ اس آیت میں خاموش رہنے کا قطعی حکم خاص مقتدیوں کے لئے ہے۔ جمہور مفسرین کا قول یہی ہے کہ یہ آیت اور خاموش رہنے کا قطعی حکم مقتدیوں کے لئے ہے۔ یہ آیت قرأت خلف الامام کے بارے میں نازل ہوئی ہے یعنی خاص مقتدی کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ امام کے پیچھے امام کی قرأت کو خاموشی کے ساتھ سنے، یہ سننا اور خاموش رہنا مقتدی پر بحکم آیت مذکورہ قطعی الدلالت فرض ہے۔

بے شک حدیث عبادہ بن الصامت "لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ فیھا بفاتحہ الکتاب" صحیح ہے۔ لیکن آیت قرآنی کا درجہ اس سے فوق اور بلند ہے کیوں کہ آیت قطعی الدلالت ہے اور یہ حدیث قطعی الدلالت نہیں بلکہ یہ خبر واحد ہے جو ظنی الدلالت کا درجہ رکھتی ہے، نص قطعی کے مقابل اس پر عمل کرنا زیادتی علی النص ہے جو جائز نہیں۔

دوم

اہل حدیث (غیر مقلدین) کا یہ نظریہ ہے کہ ان کے نزدیک قرأت الفاتحہ خلف الامام فرض اور نماز کا رکن ہے۔ جب کہ اہل سنت مقتدی اس قرأت کو چھوڑ دینا ضروری سمجھتا ہے جسے امام سورۃ فاتحہ کے ساتھ ملا کر پڑھتا ہے۔ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کا چھوڑنا ان کے نزدیک

جائز نہیں بلکہ حرام اور سخت ممنوع ہے۔اس کے پڑھے بغیر نماز ہوتی ہی نہیں ان کے نزدیک سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ہر نمازی پر فرض ہے خواہ وہ امام ہو یا مقتدی یا منفرد، سری نماز کا ہو یا جہری نماز کا سورۃ فاتحہ کے بغیر کسی کی بھی نماز نہیں ہوتی۔ان کے نزدیک جو مقتدی امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نامقبول، ضائع، برباد، اکارت، بیکار، ردی، فاسد اور باطل ہے۔اس کا کوئی وجود ہی نہیں جیسا کہ مولوی عبدالعزیز ملتانی اور دیگر غیر مقلدین علماء نے لکھا ہے۔

علماء غیر مقلدین کا یہ نظریہ اور دعویٰ انہی الفاظ کے ساتھ ان کی درج ذیل کتب میں تفصیل کے ساتھ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

(1) علامہ سید نذیر حسین محدث دہلوی (م 1900ء)، فتاویٰ نذیریہ، اہل حدیث اکادمی لاہور، 1971، ج1، ص398۔

(2) علامہ عبدالرحمٰن محدث مبارک پوری (م 1933ء)، تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی، ادارۃ الحکمت، دہلی، 1346ھ، ج1، ص206۔

(3) علامہ عبدالرحمٰن محدث مبارک پوری (م1933ء)، تحقیق الکلام، المکتبہ الاثریہ، سانگلہ ہل، 1968ء، ص191۔

(4) علامہ ثناء اللہ امرتسری (م1948ء)، فتاویٰ ثنائیہ، مرتبہ محمد داؤد راز، (م1403ھ)، ادارہ ترجمان السنۃ لاہور، 1972ء، ج1، ص555۔

(5) علامہ وحیدالزماں، ترجمہ موطاء امام مالک، نور محمد کراچی (ت،ن) ص87۔

(6) علامہ ارشادالحق اثری، توضیح الکلام فی وجوب القرأت خلف الامام، ادارہ علوم الاثریہ، فیصل آباد، 1987ء، ص119۔

(7) علامہ عبدالعزیز ملتانی، استیصال التقلید، فاروقی کتب خانہ لاہور، 1996ء، ص144,139۔

(8) علامہ فیض عالم، اختلاف اُمت کا المیہ، عبدالتواب اکیڈمی، ملتان، 1979ء، ص94۔

(9) علامہ عبدالرحیم، نماز مقدس، فیروز وٹواں، شیخوپورہ، 1956ء، ص64۔

(10) علامہ محمد صادق سیالکوٹی، صلوٰۃ الرسول، مکتبہ نعمانیہ، اردو بازار، گوجرانوالہ، 2004ء، ص203۔

(11) علامہ سید امان اللہ شاہ بخاری (م2004ء)، فاتحہ خلف الامام اور ایک تحقیقی جائزہ، سید حسان شاہ اکیڈمی، راجہ جنگ قصور، 1990ء، ص6۔

(12) مصنف کا نام مذکور نہیں، فصل الخطاب فی قرأت فاتحہ الکتاب، کتب خانہ اہلحدیث، 119 نیو کلاتھ مارکیٹ کراچی، (ت۔ن)، ص3۔

(13) مولانا ابوعبیداللہ عبداللہ، چہل حدیث بابت فاتحہ خلف الامام، خطیب جامع مسجد سی بلاک ڈیرہ غازی خاں (س۔ن)۔

اہل سنت و جماعت کے نزدیک قرأت فاتحہ خلف الامام فرض ہے اور نہ ہی واجب بلکہ امام کی قرأت ہی مقتدی کے لئے کافی ہے۔مقتدی کا فرض امام کے پیچھے صرف استماع اور انصات ہے۔سورۃ فاتحہ اور چند آیات یا کسی سورت کا پڑھنا صرف امام اور منفرد نمازی کے لئے ضروری ہے۔(8) اس لحاظ سے غیر مقلدین قائلین اور اہلسنت مانعین کہلاتے ہیں۔

یوں اس مسئلہ میں غیر مقلدین مدعی ہیں، ان کے دعویٰ کے بنیادی اجزاء یہ ہیں۔

(i) قرأت فاتحہ خلف الامام فرض اور رکن نماز ہے خواہ اکیلے نماز پڑھے یا امام کے پیچھے، نماز جہری ہو یا سرّی۔(9)

(ii) جومقتدی امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز اکارت، برباد، بیکار، ضائع، فاسد، نامقبول، ردی اور باطل ہے۔(10)

اہل سنت اس دعویٰ کے منکر ہیں، ان کے نزدیک یہ دعویٰ بے بنیاد اور بے دلیل ہے کیوں کہ کتب احادیث میں ایک بھی ایسی حدیث نہیں جس میں یہ الفاظ ہوں کہ جومقتدی امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز ردی، فاسد، ضائع، نامقبول اور باطل ہے۔ اگر کسی صاحب کے علم میں ایسی حدیث ہو جس میں یہ مذکورہ الفاظ پائے جاتے ہوں تو مطلع کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔

قائلین کے نزدیک چونکہ قرأت الفاتحہ خلف الامام فرض ہے اور فرضیت دلیل قطعی کے بغیر ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔

اسلام میں قطعی دلائل تین قسم کے ہوتے ہیں۔

(i) نص قطعی (قطعی الدلالت) (ii) حدیث متواتر (iii) اجماع

اگر کوئی شخص ان دلائل کے بغیر کسی امر کی فرضیت کا دعویٰ کرے تو خود اس کا دعویٰ ردی اور باطل ہے۔ لہذا قائلین کو چاہیے کہ وہ مقتدی کے لئے فاتحہ کو فرض قرار دینے کے لئے ان اقسام میں سے کوئی دلیل پیش کریں کیوں کہ ان کے مطابق اصحاب رسول ﷺ و آئمہ مجتہدین و علماء اسلام اور بزرگان دین کی کثیر تعداد کے علاوہ کروڑوں بلکہ اربوں مسلمان جنہوں نے اہل سنت عقیدہ کے مطابق امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کی قرأت نہیں کی اور اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ ان کی تمام نمازیں فاسد، ردی اور باطل قرار پائی گئیں۔ معاذ اللہ۔

قرأت خلف الامام اور قرآن مجید

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ اہل سنت غیر مقلدین کے اس دعویٰ کو کسی صورت میں تسلیم نہیں کرتے کہ مقتدی کی نماز سورۃ فاتحہ پڑھے بغیر برباد، بیکار، ضائع، فاسد، نامقبول، ردی

اور باطل ہوتی ہے۔ اگرچہ اُصول مناظرہ کے لحاظ سے سائل اور منکر کے ذمہ دلیل لانا ضروری نہیں، لیکن پھر بھی مذہب اہل سنت کی وضاحت کے لئے قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور آثار صحابہؓ کی روشنی میں چند دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔ جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کی قرأت یا دوسری کسی سورۃ کی قرأت فرض نہیں اور نہ ہی واجب ہے بلکہ مقتدی کے لئے امام کی قرأت کا استماع اور سکوت واجب ہے۔ لہذا سب سے پہلے اس ضمن میں قرآن مجید سے دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے تلاوت قرآن مجید کے آداب بیان کرتے ہوئے فرمایا:-

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (11)

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

امام بغوی (م 317ھ) نے امام مجاہد (م 103ھ) کی روایت سے لکھا ہے کہ اس آیت کا نزول ایک انصاری نوجوان کے حق میں ہوا۔ رسول اللہ ﷺ جب نماز میں قرأت کر رہے تھے تو وہ بھی قرأت کر رہا تھا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔(12)

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ (م 1216ھ) نے چند دیگر روایات بھی شان نزول کے متعلق نقل کی ہیں جن میں مقتدی کو نماز میں کلام کرنے سے روکنے کا ذکر ہے بہرحال اگرچہ یہ آیت نزول کے لحاظ سے خاص تسلیم کی جائے گی لیکن حکم کے لحاظ سے عام ہوگی کیوں کہ قرآن مجید کی قرأت نماز میں ہو یا خارج از نماز، جہاں سے بھی ہو اور جب بھی ہو سامع کے لئے اس کا سننا اور اس کے لئے خاموش رہنا واجب ہے کیوں کہ قرأۃ قرآن حکیم کے لئے استماع اور انصات کا مطلق حکم ہے۔ اس حکم کو کسی مخصوص سورت یا کسی خاص مقام کے لئے مقید نہیں کیا جاسکتا چنانچہ حجۃ الاسلام امام ابوبکر احمد بن علی الجصاص (م 370ھ) نے لکھا ہے۔

(ii) جومقتدی امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز اکارت، برباد، بیکار، ضائع، فاسد، نامقبول، ردی اور باطل ہے۔(10)

اہل سنت اس دعویٰ کے منکر ہیں، ان کے نزدیک یہ دعویٰ بے بنیاد اور بے دلیل ہے کیوں کہ کتب احادیث میں ایک بھی ایسی حدیث نہیں جس میں یہ الفاظ ہوں کہ جو مقتدی امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز ردی، فاسد، ضائع، نامقبول اور باطل ہے۔ اگر کسی صاحب کے علم میں ایسی حدیث ہو جس میں یہ مذکورہ الفاظ پائے جاتے ہوں تو مطلع کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔

قائلین کے نزدیک چونکہ قرأت الفاتحہ خلف الامام فرض ہے اور فرضیت دلیل قطعی کے بغیر ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔

اسلام میں قطعی دلائل تین قسم کے ہوتے ہیں۔

(i) نص قطعی (قطعی الدلالت) (ii) حدیث متواتر (iii) اجماع

اگر کوئی شخص ان دلائل کے بغیر کسی امر کی فرضیت کا دعویٰ کرے تو خود اس کا دعویٰ ردی اور باطل ہے۔ لہذا قائلین کو چاہیے کہ وہ مقتدی کے لئے فاتحہ کو فرض قرار دینے کے لئے ان اقسام میں سے کوئی دلیل پیش کریں کیوں کہ ان کے مطابق اصحاب رسول ﷺ و آئمہ مجتہدین وعلماء اسلام اور بزرگان دین کی کثیر تعداد کے علاوہ کروڑوں بلکہ اربوں مسلمان جنہوں نے اہل سنت عقیدہ کے مطابق امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کی قرأت نہیں کی اور اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ ان کی تمام نمازیں فاسد، ردی اور باطل قرار پائی گئیں۔ معاذ اللہ۔

قرأت خلف الامام اور قرآن مجید

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ اہل سنت غیر مقلدین کے اس دعویٰ کو کسی صورت میں تسلیم نہیں کرتے کہ مقتدی کی نماز سورۃ فاتحہ پڑھے بغیر برباد، بیکار، ضائع، فاسد، نامقبول، ردی

اور باطل ہوتی ہے۔ اگر چہ اصول مناظرہ کے لحاظ سے سائل اور منکر کے ذمہ دلیل لانا ضروری نہیں، لیکن پھر بھی مذہب اہل سنت کی وضاحت کے لئے قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور آثار صحابہؓ کی روشنی میں چند دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔ جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کی قرأت یا دوسری کسی سورۃ کی قرأت فرض نہیں اور نہ ہی واجب ہے بلکہ مقتدی کے لئے امام کی قرأت کا استماع اور سکوت واجب ہے۔ لہذا سب سے پہلے اس ضمن میں قرآن مجید سے دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے تلاوت قرآن مجید کے آداب بیان کرتے ہوئے فرمایا:-

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (11)

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

امام بغوی (م 317ھ) نے امام مجاہد (م 103ھ) کی روایت سے لکھا ہے کہ اس آیت کا نزول ایک انصاری نوجوان کے حق میں ہوا۔ رسول اللہ ﷺ جب نماز میں قرأت کر رہے تھے تو وہ بھی قرأت کر رہا تھا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔(12)

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ (م 1216ھ) نے چند دیگر روایات بھی شان نزول کے متعلق نقل کی ہیں جن میں مقتدی کو نماز میں کلام کرنے سے روکنے کا ذکر ہے بہر حال اگر چہ یہ آیت نزول کے لحاظ سے خاص تسلیم کی جائے گی لیکن حکم کے لحاظ سے عام ہوگی کیوں کہ قرآن مجید کی قرأت نماز میں ہو یا خارج از نماز، جہاں سے بھی ہو اور جب بھی ہو سامع کے لئے اس کا سننا اور اس کے لئے خاموش رہنا واجب ہے کیوں کہ قرأۃ قرآن حکیم کے لئے استماع اور انصات کا مطلق حکم ہے۔ اس حکم کو کسی مخصوص سورت یا کسی خاص مقام کے لئے مقید نہیں کیا جا سکتا چنانچہ حجۃ الاسلام امام ابوبکر احمد بن علی الجصاص (م 370ھ) نے لکھا ہے۔

فقد حصل من اتفاق الجميع انه قداريد ترک القرأة خلف الامام والاستماع والانصات لقرأته ولو لم يثبت عن السلف اتفاقهم على نزولها فی وجوب ترک القرأة خلف الامام لكانت الاية كافية فی ظهور معناها وعموم لفظها و وضوح دلالتها علی وجوب الاستماع والانصات لقرأة الامام۔(13)

یعنی تمام مفسرین اور محدثین کے اتفاق سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس آیت سے مراد ترک القرأت خلف الامام ہے اور امام کی قرأت کی طرف کان لگانا اور خاموش رہنا، اگر علماء سلف سے یہ اتفاق نہ بھی ہوتا کہ اس کا شان نزول ترک القرأت خلف الامام ہے تو بھی یہ آیت اپنے معنی کی وضاحت اور لفظ کی عمومیت کے لحاظ سے استماع اور انصات کے وجوب پر روشن دلیل ہے۔

حافظ ابوبکر بیہقیؒ (م458ھ) فرماتے ہیں کہ حضرت ابوالعالیہ الریاحیؒ سے روایت ہے۔

کان النبیﷺ اذا صلی فقرأ اصحابه فنزلت "فاستمعوا له وانصتوا فسکت القوم وقرأ النبیﷺ (14)

حضور پرنورﷺ جب نماز پڑھتے تو آپ کے ساتھ صحابہ بھی قرأت کرتے تھے اور جب آیت واذا قری القرآن نازل ہوئی تو صحابہ کرامؓ نے سکوت اختیار کیا اور حضورﷺ قرأت کیا کرتے تھے۔ آپ نے اس ضمن میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے۔ قال فی القرأة خلف الامام انصت للقرآن کما امرت فان فی القرأة لشغلا و سیکفیک ذاک الامام(15)۔

حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ امام کے پیچھے سکوت اختیار کرو جیسا تمہیں حکم دیا گیا ہے کیوں کہ خود پڑھنے سے امام کی قرأت نہیں سنی جاتی اور امام کا پڑھنا تمہارے لئے کافی ہے۔

امام بیہقیؒ نے اس آیت کے متعلق امام احمد بن حنبلؒ کا یہ قول نقل کیا ہے۔

"واخرج البیهقی عن الامام احمد بن حنبل قال اجمع الناس و علی ان هذه الاية فی الصلوة " (16)۔امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ لوگوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔علامہ محمد بن احمد القرطبیؒ (م671ھ) نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے۔ "ان هذا نزل فی الصلوٰة ، روی عن ابن مسعودؓ و ابی هريرةؓ و جابرؓ والزهریؒ، عبيد الله بن عميرؒ وعطا بن ابی رباحؒ وسعيد بن المسيبؒ "(17) کہا گیا ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے ۔ یہ روایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت جابرؓ، حضرت زہریؒ، حضرت عبداللہ بن عمیرؒ وعطا بن ابی رباحؒ اور سعید بن مسیبؒ نے کی ہے یعنی ان حضرات نے فرمایا کہ اس آیت کا حکم نماز کے بارے میں ہے۔امام قرطبیؒ نے اس ضمن میں محمد بن کعب القرظیؒ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے۔

کان رسول اللهﷺ اذا قرأ فی الصلوة اجابه من ورائه، اذا قال بسم الله الرحمن الرحيم قالوا مثل قوله حتیٰ يقضی فاتحه الکتاب و السورة فلبث بذلک ما شاء الله ان يلبث فنزل واذا قری القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون، فانصتوا وهذا يدل علی ان المعنی بالانصات ترک الجهر علی ما کانوا يفعلون من مجاوبة رسول اللهﷺ (18)

رسول اللہﷺ جب نماز میں قرآن پڑھتے تو مقتدی آپ کو جواب دیتے تھے آپ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے تو مقتدی بھی یہی کہتے ۔سورۃ فاتحہ اور دوسری سورت کے اختتام تک ایسا ہی ہوتا تھا اور جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا ایسا ہی ہوتا رہا پھر یہ آیت اتری " وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ " اور یہ وجہ نزول اس بات پر

دلالت کرتا ہے کہ انصات کا معنی یہ ہے کہ وہ اس فعل کو ترک کر دیں جو وہ رسول اکرم ﷺ
کے جواب میں کیا کرتے تھے۔

امام عبداللہ بن احمد بن محمود نفسی (م710ھ) نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے۔

"وجمهور الصحابه على انه فى استماع الموتم"(19)

اکثر صحابہ کرامؓ کے نزدیک یہ آیت مقتدی کے متعلق ہے کہ وہ امام کی قرأت کو استماع کرے۔علامہ حافظ عماد الدین ابن کثیر (م774ھ) نے حضرت علیؓ بن ابی طلحہؒ سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا اس آیت کے بارے میں یہ قول نقل کیا ہے۔ "وقال علی بن ابی طلحة عن ابن عباسؓ فی الآیة قوله (وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا) یعنی فی الصلوٰة المفروضه"(20) حضرت علی بن ابی طلحہ نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ آیت " وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ " فرض نماز کے متعلق نازل ہوئی ہے۔علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری (م310ھ) اور علامہ جلال الدین السیوطیؒ (م910ھ) نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ روایت نقل کی ہے۔

"عن ابن مسعود انه صلى باصحابه فسمع ناسا يقرون خلفه "(ایک دوسری روایت میں مع الامام کے الفاظ ہیں) "فلما انصرف قال امان لكم ان تفهموا؟ اما ان لكم ان تعقلوا؟ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا كما أمركم الله" (21)۔حضرت عبداللہ ابن مسعود نے اپنے دوستوں کو نماز پڑھائی، نماز کے دوران آپ نے لوگوں کی قرأت کی آواز سنی۔نماز سے فراغت کے بعد آپ نے فرمایا کیا ابھی تک وہ وقت نہیں آیا کہ تم سمجھ اور عقل سے کام لو کہ جب قرآن مجید کی تلاوت ہوتی ہے تو اس کی طرف کان لگاؤ اور خاموشی اختیار کرو اور جیسا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔

برصغیر پاک و ہند کے نامور مفسر سید الفقہاء حضرت شیخ احمد ملا جیونؒ (م1130ھ) فرماتے ہیں کہ جمہور صحابہ کرامؓ کا مسلک بھی یہ تھا کہ آیت ھذا میں صرف مقتدی کو قرآن سننے کا حکم دیا گیا ہے۔(22)

جدید مصری محقق و مفسر سید قطب الدین شہیدؒ (م1966ء) نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ قرطبی کے حوالے سے تفسیر فی ظلال القرآن میں لکھا ہے۔

رسول اللہ ﷺ جب نماز میں قرآن پڑھتے تو مقتدی آپ ﷺ کو جواب دیتے تھے جب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے تو مقتدی بھی یہی کہتے۔سورۃ فاتحہ اور دوسری سورۃ کے اختتام تک ایسا ہی ہوتا تھا اور جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا یہی ہوتا رہا پھر یہ آیت اتری وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ انصات کا معنی یہ ہے کہ وہ اس فعل کو ترک کر دیں جو وہ رسول اللہ ﷺ کے جواب میں کیا کرتے تھے اور یہ اس کے نسخ پر دلالت ہوئی ہے۔(23)

شیخ التفسیر علامہ محمد ادریس کاندھلوی (م1401ھ) نے اس آیت کے متعلق لکھا ہے۔

جمہور مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت قرأت خلف الامام کے بارے میں نازل ہوئی ہے یعنی خاص مقتدی کے لئے یہ حکم نازل ہوا کہ مقتدی کے لئے یہ جائز ہی نہیں کہ امام کے پیچھے قرأت کرے بلکہ اس کے لئے استماع اور انصات یعنی سننا اور خاموش رہنا واجب اور ضروری ہے۔(24)

علامہ محمد سرفراز خان صفدر نے علامہ عبدالصمد پشاوری (غیر مقلد) کا اس آیت کے متعلق قول نقل کیا ہے۔ والاصح كونها فى الصلوٰة لما روى البيهقى عن الامام احمد قال اجمعوا على انها فى الصلوٰة ۔(25) صحیح ترین بات یہ ہے کہ آیت وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا کا شان نزول ہی نماز ہے۔جیسا کہ

امام بیہقی نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ اس آیت کے نماز کے بارے میں نازل ہونے پر اجماع واتفاق ہے۔

سورۃ اعراف کی مذکورہ آیت کی ان تفاسیر کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت کا نزول نماز میں مقتدی کی قرأۃ کے بارے میں ہوا اور مقتدی کو امام کے پیچھے خاموش رہ کر امام کی قرأۃ سننا چاہیے۔

قائلین (اہل حدیث) کے نزدیک مقتدی امام کے پیچھے قرأۃ خلف الامام تین مواقع پر کرسکتا ہے۔

(1) سکتات امام۔ ان سے مراد وہ وقوف نماز ہیں جو امام قرأت کے دوران کرتا ہے۔

(2) امام جب قرأت سے فارغ ہوتا ہے۔

(3) امام کے ساتھ ہی پڑھنا اگرچہ امام کے ساتھ منازعت ہو یعنی امام اور مقتدی کا ایک ہی وقت میں قرأت کرنا۔

ان صورتوں کے متعلق شارحین بلوغ المرام علامہ محمد بن اسماعیل الامیر یمنی (م 1182ھ) اور علامہ صدیق حسن خان قنوجی بھوپالی (م 1307ھ) نے لکھا ہے کہ ان میں صرف تیسری صورت کی دلیل حدیث عبادہؓ ہے چنانچہ مسک الختام میں علامہ قنوجی نے لکھا ہے۔

دلیلی برین ہر دو قول از حدیث یافتہ نشد بلکہ حدیث عبادہؓ دال است بران کہ نزد خواندن امام فاتحہ را بخواند و موید اوست (26) یعنی پہلی دونوں صورتوں کے لئے کوئی حدیث نہیں البتہ تیسری صورت کے لئے حدیث عبادہ بن صامتؓ دلیل ہے۔

قرأت فاتحہ خلف الامام کی اگر یہی صورت حق اور صحیح ہے کہ مقتدی کے لئے امام کی قرأت سننا ضروری نہیں بلکہ اپنی قرأت کرنا فرض اور ضروری ہے۔تو پھر یہ سوچنا ہوگا۔

(1) قرأت بالجہر کا کیا مقصد اور کیا فائدہ ہے؟

(2) وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا کا مخاطب کون ہے؟

(3) استماع اور انصات کا حکم کس کے لئے ہے اور کیوں؟

جب کہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک یہ حکم قرأت قرآن کے ساتھ ہی وابستہ ہے۔

قائلین کا یہ نظریہ کہ اگر مقتدی امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ آہستہ آہستہ پڑھ لے تو امام کی قرأت سننے میں کچھ خلل نہیں آئے گا اور نہ ہی استماع اور انصات کے منافی ہے حقیقت پر مبنی نہیں بلکہ سراسر غلط اور خلاف واقع ہے لہذا ضروری ہے کہ پہلے استماع اور انصات کے حقیقی مفہوم کی آگاہی حاصل کی جائے تاکہ آیت کا مقصد سمجھنے میں مدد میسر ہو۔

استماع وانصات کا مفہوم

اِسْتَمِعُوا وَأَنصِتُوا دونوں امر کے صیغے ہیں۔اصول فقہ کا مسلمہ اصول ہے کہ امر وجوب کے لئے آتا ہے بشرطیکہ کوئی قرینہ صارفہ مانع نہ ہو چونکہ یہاں کوئی قرینہ صارفہ نہیں ہے لہذا استماع وانصات بوقت قرأت قرآن واجب ہوگا۔اگرچہ یہ قرأت نماز میں ہو یا خارج از نماز اگر کوئی شخص سماعت قرآن کے ساتھ خود بھی قرأت کرتا ہے تو اس کا قرأت کرنا استماع اور انصات (سکوت) کے خلاف ہوگا۔اس مفہوم کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جسے امام نسائیؒ نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے۔

عن ابن عباس فی قولہ عزوجل لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ ○ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ○ قال کان النبی ﷺ یعالج من التنزیل شدة وکان یحرک شفتیه قال اللہ عزوجل لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ قال جمعه فی صدرک ثم تقرأہ فاذا قرأناہ فاتبع قرآنه قال فاستمع له انصت فکان رسول اللہ ﷺ اذا اتاہ جبریل استمع فاذا انطلق قرأہ کما اقرأہ (27)۔

حضرت ابن عباسؓ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ کے متعلق فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کو قرآن شدت سے یعنی جلدی سے وحی کیا جاتا تھا اور آپ اپنے لبوں کو ہلاتے تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔(اے حبیب) اپنی زبان کو یاد کرنے کی جلدی میں حرکت نہ دو۔

بے شک اس کا محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے۔ ابن عباسؓ نے فرمایا اس آیت کا
مطلب یہ ہے کہ آپ کے سینہ میں قرآن جمع کرنا ہمارے ذمہ ہے۔ پھر اس کی تلاوت
کرلیں تو جب ہم قرآن حکیم پڑھنا شروع کریں تو آپ اس قرأت کی اتباع کریں۔ فرمایا
قرآن کان لگا کر پوری توجہ کے ساتھ سنیے اور مکمل خاموشی اختیار کیجئے۔ اس کے بعد جب
جبرائیل آتے تو ان کی تلاوت کے وقت آپ ﷺ استماع فرماتے اور جب جبرائیل چلے
جاتے تو آپ ﷺ ان کی تعلیم کے مطابق خود پڑھتے۔

اس حدیث سے یہ بات ثابت اور روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ قرآن مجید سنتے
وقت مکمل خاموشی اور پوری توجہ ہونی چاہیے۔ سماعت قرآن کے وقت از خود آہستہ آہستہ
قرأت کرنا بھی استماع اور انصات کے خلاف ہے۔ جیسا کہ اس روایت میں ہے کہ جب
حضرت جبریلؑ آپ ﷺ کو قرآن سناتے تو آپ ﷺ بھی آہستہ آہستہ قرآن مجید دہراتے
جارہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو منع فرمایا۔ لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ
یعنی اس وحی کو یاد کرنے کے لئے اپنی زبان کو حرکت نہ دو۔ جس طرح حرکت کی ضد سکون ہے
۔ جہاں حرکت ہوگی وہاں سکون نہ ہوگا، اسی طرح قرأت کی ضد سکوت ہے، لہذا یہ آیت بھی
قرأۃ کو سکوت کے منافی ثابت کر رہی ہے۔ بہر حال اس حدیث میں فاستمع له انصت
کے الفاظ قابل توجہ ہیں۔ جس کے معنی ہیں کہ آپ کان لگا کر سنیے اور خاموشی اختیار
فرمایئے۔

اس آیت اور حدیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آہستہ اور منہ میں پڑھنا بھی استماع
اور انصات کے سراسر خلاف ہے۔

اہل حدیث مکتبہ فکر کے ایک عالم نے حمائل شریف کے حاشیہ فوائد سلفیہ میں لکھا ہے کہ
"جس وقت جبرائیل قرآن لاتے ان کے پڑھنے کے ساتھ حضرت ﷺ بھی جی میں پڑھتے

تو جب تک پہلا لفظ کہیں اگلا سننے میں نہ آتا تو گھبراتے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس وقت پڑھنے
کی حاجت نہیں سننا ہی چاہیے۔"(28)

مفسر قرآن علامہ فتح محمد نے تو یہاں تک لکھا ہے۔ آہستہ پڑھو یا صرف تصور ہی کرلو سماع
میں خلل پڑے گا اور یہاں تو کلمہ استماع ہے۔ جس کے معنی خوب کان لگا کر بغور سننا اور اس
پر انصتوا تاکیداً فرمایا کہ خوب سمجھ کر سنو، سمجھو اور چپ رہو۔ پس آہستہ پڑھنا کیسا یہاں تو
تخیل وتصور کی بھی نفی نکلتی ہے۔(29)

یہ حقیقت ہے اور اس کا انکار بھی نہیں کیا جا سکتا کہ جب سنانے والا سنائے خواہ قرآن ہو یا
حدیث یا کچھ اور سننے والے کو پوری توجہ اور خاموشی سے سننا چاہیے۔ خصوصاً جب قرآن مجید
پڑھا جائے خواہ نماز میں ہو یا خارج از نماز اس کی عظمت اور ادب کا یہی تقاضا ہے کہ سامع
پوری توجہ، خاموشی اور دھیان سے سنے اگر مقتدی اپنی قرأت بھی شروع کر دے تو یہ عظمت
اور ادب کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ قرأت بالجہر کے فائدہ سے بھی محروم ہوگا۔
قرأت بالجہر کا فائدہ وعظ ونصیحت ہے۔ چنانچہ حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ
(م 1176ھ) فرماتے ہیں۔

والجهر اقرب الى تذكر القوم واتعاظهم ۔(30)

یعنی جہر کے ساتھ پڑھنے میں لوگوں کو وعظ وتذکیر خوب اچھی طرح ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ
اچھی طرح وعظ ونصیحت اسی صورت میں آسکتی ہے کہ انسان خوب کان لگا کر اور خاموشی
سے قرأت سنے اگر خود ہی پڑھنے میں مصروف ہو گیا تو کیا سنے گا اور کیا نصیحت لے گا لہذا
استماع اور انصات کے مفہوم میں یہ گنجائش ہرگز نہیں کہ مقتدی امام کے پیچھے قرأت کرتا
رہے یا اپنی قرأت کے تصور اور خیال میں مشغول رہے۔ کتب تفسیر اور حدیث سے وضاحت
کے بعد مزید تائید کے لئے کتب لغت میں بھی استماع اور انصات کا مفہوم پیش کیا جاتا ہے۔
امام راغب اصفہانیؒ (م 565ھ) نے مفردات میں لکھا ہے کہ والاستماع والا صغاء (31)

استماع کان لگا کر غور سے سننے کو کہتے ہیں۔ جیسے قرآن مجید میں ہے نحن اعلم بما یستمعون به اذیستمعون الیک (32) ہم خوب جانتے ہیں جب یہ لوگ آپ کی جانب کان لگا کر غور سے سنتے ہیں۔

علامہ محمد بن ابی بکر بن عبدالقادر رازی (م 691ھ) نے اس سے ملتا جلتا معنی تحریر فرمایا ہے۔

استمع له ای اصغی (33) یعنی کان لگانا اور غور کرنا۔

ابن منظور (م 711ھ) نے استماع کا معنی یہ تحریر کیا ہے۔

استمع له و تسمع الیه اصغی (34)

علامہ مجدالدین فیروز آبادی (م 817ھ) نے القاموس المحیط میں یہی معنی بیان کیا ہے۔ (35)

ان بنیادی کتب لغت کے علاوہ ثانوی کتب لغت میں بھی استماع کا یہی معنی بیان کیا گیا ہے۔ جیسے مصباح الغات میں ہے استمع له والیه (36) یعنی کان لگانا۔ فیروز اللغات میں ہے استمع له والیه (37) کان لگا کر دھیان سے سننا۔ منتخب اللغات اور صراح جو عربی اور فارسی کی لغت ہیں ان میں استماع کا معنی یہ تحریر کیا ہے۔

استماع گوش داشتن (38) یعنی کان لگانا اور غور کرنا۔

ان تمام معانی کا خلاصہ یہ ہے کہ عربی میں استماع کا معنی کان لگا کر غور کرنا اور توجہ سے سننا ہے۔

انصات کا لفظ (ن، ص، ت) سے مشتق ہے۔ عربی میں یہ لفظ خاموشی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ علامہ محمد بن ابی بکر رازی (م 691ھ) نے انصات کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔ الانصات السکوت والاستماع (39) یعنی خاموش رہنا اور کان لگانا۔

لسان العرب میں الانصات هو السکوت واستماع للحدیث (40)

انصات کے معنی خاموش رہنے، کان دھرنے اور بات کے لئے متوجہ ہونے کے ہیں۔

علامہ مجدالدین فیروز آبادی (م 817ھ) نے بھی لکھا ہے۔

ینصت وانصت و انتصت سکت واستمع لحدیثه (41)

المنجد میں ہے الانصات نصت نصتا وانصت وانتصت له (42)

چپ رہ کر بات سننا، چپ چاپ سننا۔

مصباح اللغات اور فیروز اللغات میں انصات کا یہ معنی ہے۔

نصتا، وانصت وانتصت له ۔ بات سننے کے لئے خاموش رہنا اور خاموشی سے سننا (43)

صراح میں ہے نصت انصات خاموش بودن وگوش داشتن (44)

یقال انصتوه وانصتوا له یعنی خاموش رہنا اور کان لگا کر سننا۔

کتب لغت میں مذکوران معانی سے یہ واضح ہوتا ہے کہ انصات کا لفظ کسی کی بات سننے کے لئے خاموش رہنے اور توجہ سے سننے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ استماع اور انصات کے ان معنی کی صراحت کے بعد اگر کوئی شخص مقتدی کی قرأۃ کو استماع اور انصات کے منافی نہ سمجھے تو اس کی یہ سمجھ حقیقت پر مبنی نہیں (دو فرائض کی ایک وقت میں ادائیگی) قائلین (اہل حدیث غیر مقلد) دو فرضوں کو ایک وقت میں ادا کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے نظریہ کے مطابق قرأۃ خلف الامام حدیث عبادہ بن الصامتؓ کی رو سے فرض ہے اور دوسرا فرض وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا کی رو سے استماع اور انصات قرآن ہے۔ اہل سنت و جماعت کے نزدیک اس آیت کی رو سے صرف استماع اور انصات قرآن فرض ہیں۔ علاوہ ازیں یہ بھی قابل تدبر اور غور طلب بات ہے کیا انسان ان دونوں فرضوں کو ایک وقت میں بھی ادا کر سکتا ہے؟ جب کہ یہ دونوں متضاد ہیں۔ اگر مقتدی مکمل توجہ قلبی اور مکمل خاموش زبان سے امام کی قرأت سنے گا تو وہ اپنے فریضہ قرأت کو کس طرح اور کس سے ادا کرے گا کیوں کہ دل اور زبان استماع اور انصات کے فریضہ کی ادائیگی میں مصروف ہیں اور اگر وہ قرأت کے فریضہ کو ادا کرے گا تو قرأت امام کے لئے استماع انصات پر کیسے عمل کرے گا۔ جیسے حرکت اور سکون آپس میں متضاد ہیں، اسی طرح قرأت اور سکوت بھی ایک

دوسرے کی ضد ہیں اور اجتماع ضد محال ہیں۔ پھر یہاں سکوت استماع کا بھی حکم ہے۔
اسی ضمن میں علامہ ابوبکر جصاص فرماتے ہیں۔

قد بينا دلالة الاية على وجوب الانصات عند قرأة الامام فى حال الجهر والاخفاء وقال اهل اللغة الانصات الامساك عن الكلام والسكوت لاستماع القرأة ولا يكون القارى منصتا ولا ساكتا بحال وذلك لان السكوت ضد الكلام و هو تسكين الالة عن التحريك بالكلام (45)

ہم نے بیان کیا ہے کہ یہ آیت واذا قری القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا وجوب انصات یعنی سکوت پر دلالت کرتی ہے۔ جب کہ امام قرأت کر رہا ہو اگرچہ وہ قرأت اعلانیہ ہو یا خفیہ۔ (جیسے صبح و مغرب اور عشاء کی نماز یا ظہر اور عصر کی نمازوں میں قرأت)۔

اہل لغت نے کہا ہے کہ انصات کے معنی کلام سے رک جانا اور قرأت کی توجہ کے لئے چپ رہنے کے ہیں۔ پڑھنے والا کسی حال میں منصت اور ساکن نہیں ہوسکتا۔ اس کے لئے سکوت کلام کی ضد ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ زبان کو کلام کے لئے حرکت نہ دی جائے۔ امام جصاص کا یہ قول وھوا التسکین الالۃ عن التحریک بالکلام واضح کر رہا ہے کہ لبوں کو پڑھنے کے لئے حرکت دینا بھی استماع کے منافی ہے۔ اس کے بعد آپ نے یہ بھی فرمایا کہ فمن سکت فھو غیر متکلم و من تکلم فھو غیر ساکت
یعنی ساکت کو متکلم اور ساکن کو متحرک نہیں کیا جاسکتا۔

اس مفہوم کی تائید حدیث حضرت ماعز اسلمیؓ سے بھی ہوتی ہے۔ جسے حضرت ابو سعیدؓ نے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ماعز اسلمیؓ کو (زنا کا جرم اقبال کرنے کے باعث) رجم کرنے کا حکم دیا تو ہم اسے میدان بقیع میں لے گئے اسے ایک جگہ کھڑا کر کے رجم شروع کیا۔

فرميناه بجلا ميد الحرة حتى سكت (46)
یعنی ہم اسے بڑے بڑے پتھروں سے رجم کیا یہاں تک کہ وہ ٹھنڈے ہوگئے۔
امام مجد الدین ابن اثیر الجزری (م 606ھ) نے یہاں سکت کا معنی کیا ہے
ای سکن و مات (47) یعنی جسمانی حرکت بند ہوگئی اور فوت ہوگئے۔

اس مثال سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ سکوت اور موت حرکت کے منافی ہے۔ اسی معنی کی روشنی میں اس مسئلہ کو دیکھیے کہ اگر کسی ایسے شخص کو جو اپنی بیوی کو طلاق دینے لگا ہو یہ کہا جائے اسکت یعنی طلاق دینے سے رک جاؤ تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوگا کہ طلاق دینے والا آہستہ آہستہ طلاق کے لفظ کہتا رہے بلکہ یہ مطلب ہوگا کہ طلاق کے لفظ سے اپنی زبان کو بالکل حرکت نہ دے کیوں کہ طلاق آہستہ آہستہ دینے سے بھی واقع ہوجاتی ہے جب کہ اسماع نفس (یعنی خود کو یا کسی کو سنانا) پایا جائے۔

ان دلائل و براھین کو ہر شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ دو فرائض استماع اور قرأت کو ایک وقت میں ادا نہیں کیا جاسکتا۔ ایک وقت میں صرف اسی فرض کو ادا کیا جاسکتا ہے جو ادا ہوسکتا ہے لہذا مقتدی امام کے پیچھے جس فرض کو ادا کرسکتا ہے وہ استماع اور قرأت کے منافی ہے۔ امام جصاص فرماتے ہیں کہ اگر کہیں اس کے خلاف معنی پایا جائے تو اس کو مجاز پر محمول کیا جائے گا۔ (48)

ازالہ شبہات

قائلین (اہل حدیث غیر مقلد) قرأت خلف الامام کی کتب دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اس آیت کے متعلق یہ شبہات ہیں۔

(1) آیت وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا میں نماز یا نمازی اور امام یا مقتدی کا کوئی ذکر نہیں۔ (49)

(2) اس آیت کے مخاطب کفار اور مشرکین مکہ ہیں یعنی یہ آیت کفار اور مشرکین مکہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔(50)

ان دونوں شبہات کا ازالہ درج ذیل ہے۔

شبہ اول

شبہ اول کا تعلق شبہ ثانی کے ساتھ ہے یعنی جب یہ تسلیم کیا جائے کہ یہ آیت کفار اور مشرکین مکہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے تو پھر اس میں نماز یا نمازی اور امام یا مقتدی کا ذکر کیسے ممکن تھا۔

ان دونوں شبہات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قائلین کو اس آیت کے شان نزول میں تردد اور شک ہے لہذا شک سے کسی کی دلیل کو ساقط نہیں کیا جا سکتا۔

دوسری بات یہ کہ وہ حدیث جس کی بنا پر قرأۃ خلف الامام فرض قرار دیا جاتا ہے۔

یعنی حدیث عبادہ بن الصامتؓ **ولا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحه الكتاب**

اس میں بھی مقتدی اور امام کا ذکر نہیں ہے۔ جن احادیث میں امام اور مقتدی کا ذکر ہے۔

امام ابن تیمیہ (م 728ھ) اور علامہ امیر صنعانی (م 1182ھ) نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے اور ان کے نزدیک ضعیف حدیث قابل استدلال نہیں ہوتی۔

(حديث ضعيف لا تقوم به حجة)(51)

تیسری بات یہ کہ جب یہ آیت عام ہے تو پھر نماز اور نمازی، امام اور مقتدی کے ذکر کا سوال لایعنی ہے کیوں کہ عمومیت کی بنا پر یہ سب اس میں داخل ہیں۔ جیسا کہ علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفیؒ (م 710ھ) نے لکھا ہے۔

ظاهره وجوب الاستماع والانصات وقت قرأة القرآن في الصلوة وغيرها (52)

اس آیت کے مطابق قرأت قرآن کے وقت سامع کے لئے استماع اور انصات واجب ہے۔ اگرچہ نماز میں ہو یا نماز کے علاوہ۔

شبہ دوم

دوسرا یہ شبہ پیش کیا جاتا ہے کہ اس آیت کے مخاطب کفار اور مشرکین مکہ ہیں کیوں کہ اس آیت کا سیاق وسباق اس پر دلالت کرتا ہے نیز اس آیت کے آخر میں لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ کے الفاظ ہیں۔ یعنی شاید تم پر رحم کیا جائے۔ اگر اس کا خطاب مومنین کو ہوتا تو آیت میں لَعَلَّكُمْ کا لفظ نہ ہوتا کیوں کہ مومنین کے لئے رحمت یقینی ہے۔ لعل کا لفظ یقین کے لئے استعمال نہیں ہوتا لہذا آیت کا مطلب تب ہی صحیح ہو سکتا ہے جب اس کے مخاطب کفار اور مشرکین نہ ہوں نیز اس کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ (53)

اور کفار نے کہا کہ تم اس قرآن کو ہرگز نہ سنو اور جب یہ سنایا جائے تو اس میں خلل ڈالو شائد تم اس طرح غالب آ جاؤ۔

اولاً یہ دعویٰ کہ لَعَلَّكُمْ کا لفظ مومنین کے لئے استعمال نہیں ہوتا بنیادی طور پر غلط ہے کیوں کہ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر لَعَلَّكُمْ کا لفظ مومنین کے لئے استعمال کیا گیا ہے، ثانیاً اس دعویٰ کی تائید میں قائلین نے جس آیت کو بطور دلیل پیش کیا ہے یہ بھی صریحاً غلط ہے اس لئے کہ آیت کے الفاظ براہ راست اللہ تعالیٰ کے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے قول کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے اور کافروں نے باہم ایک دوسرے سے کہا تھا کہ تم اس قرآن کو ہرگز نہ سنو اور جب یہ قرآن سنایا جائے تو تم اس میں خلل ڈالو شائد تم اس طرح غالب آ جاؤ۔

اس سے قبل بڑی وضاحت کے ساتھ یہ تحریر کیا گیا ہے کہ آیت استماع کا نزول مقتدی کی قرأت اور مسلمانوں کو نماز میں دیگر باتوں کے کرنے سے منع کرنے کے ضمن میں ہوا ہے اور اس پر جمہور صحابہ و تابعین کا اجماع ہے کہ اس کے مخاطب مسلمان ہیں۔

امام فخر الدین رازی (م 606ھ) نے اس آیت کی تفسیر میں پانچ قول نقل کئے ہیں جن میں سے ایک قول یہ ہے کہ اس آیت کے مخاطب کفار ہیں۔(54) امام صاحب کا یہ قول جمہور صحابہؓ اور تابعین عظام اور مفسرین کے خلاف ہے جو قابل تسلیم نہیں۔ اس کے باوجود اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ یہ آیت ابتداءِ تبلیغ کے حوالے سے کفار مکہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے تو ان کے دعویٰ پر دلیل نہیں بن سکتی کیوں کہ تمام علماء اصول کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآنی آیت میں عموم لفظ کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ خصوص سبب کا۔

چنانچہ علامہ ابن تیمیہ (م 728ھ) نے الصارم المسلول میں لکھا ہے۔

ولان قصر عمومات القرآن علی اسباب نزولها باطل (55)

یعنی قرآن مجید کے عمومات کو ان کے اسباب نزول پر مقید کر دینا باطل ہے۔ اس اصول کو علامہ جلال الدین السیوطیؒ (م 911ھ) نے اس طرح بیان کیا ہے کہ کبھی ایک آیت کسی خاص شخص کے بارے میں نازل ہوتی اور بعد میں اس کا حکم عام ہو جاتا (بشرطیکہ حکم میں جمع کا صیغہ ہو) (56) علامہ سلام اللہ دہلوی نے اسی اصول کو کمالین بر حاشیہ تفسیر جلالین میں اس طرح بیان کیا ہے۔ **ان العبرتہ بعموم اللفظ لا بخصوص السبب (57)**

آیت قرآنیہ میں لفظ کی عمومیت کا اعتبار ہوتا ہے کسی خاص سبب کا نہیں۔ علماء کرام نے یہ اصول احادیث نبوی **علی صاحبها الصلوت والتسلیمات** سے اخذ کیا ہے۔ اس کی مزید تفصیل علامہ جلال الدین السیوطیؒ کی الاتقان کی جلد اول میں دیکھی جا سکتی ہے۔ اگر فاتحہ خلف الامام کو فرض قرار دیا جائے تو اس آیت مقدسہ کی عمومیت کو مقید قرار دیا جائے گا جو کہ شرعاً باطل ہے۔

سیاق و سباق کی وجہ سے اس آیت کے مخاطب کفار اور مشرکین مکہ کو قرار دینا بھی حقیقت پر مبنی نہیں کیوں کہ اگر ذرا گہری نظر سے دیکھا جائے تو یہ واضح ہو جائے گا اس آیت کا سیاق و سباق بھی یہ وضاحت کر رہا ہے کہ اس کا خطاب مومنین کو ہے لہذا سیاق و سباق پیش خدمت ہے ملاحظہ کیجئے۔ سورۃ اعراف کی اس آیت (204) سے پہلے یہ آیت ہے جس کے آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۔

یہ تمہارے رب کی جانب سے واضح آیات اور ہدایت و رحمت ان لوگوں کے لئے ہے جو ایمان لائیں۔

اس آیت میں مذکورہ تین الفاظ بصائر، ہدایت اور رحمت قرآن مجید کی صفات ہیں اور مومنین کو ان نعمتوں سے نوازا گیا ہے، یہ آیت مذکورہ سیاق ہے۔ جب کہ سباق آیت یعنی (205 نمبر) یہ ہے۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ o

اور اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی اور خوف کے ساتھ پست آواز سے صبح و شام یاد کرو اور غافلوں سے نہ ہو جاؤ۔

اس آیت میں بالاجماع خطاب مومنوں کو ہے۔ آیت نمبر 204 میں خطاب کفار و مشرکین مکہ کو ہو یہ ایسے کیوں کر ہو سکتا لہذا سیاق و سباق کی آیات اس بات کی مقتضی ہے کہ آیت نمبر 204 کے مخاطب بھی مومنین کو ہی تسلیم کیا جائے نہ کہ کفار و مشرکین کو۔ ان تینوں آیات کو اگر ملا کے دیکھا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ آیت نمبر 203 یعنی قرآن مجید کی صفات و خوبیاں اور کمالات بیان فرمائے۔ آیت نمبر 204 میں فرمایا کہ ان خوبیوں والا قرآن جب پڑھا جائے تو اس کے ادب کا تقاضا یہ ہے کہ اسے پوری توجہ اور خاموشی سے

کان لگا کر سنو تا کہ تم اللہ کی رحمت کے مستحق ٹھہرو اور رحمت الٰہی کے مستحق ہو جاؤ گے تو تمہیں ایک عظیم نعمت میسر ہو گی اب اس نعمت کے بدلے اپنے رب کا ذکر کرو تا کہ اللہ تعالیٰ کا احسان تم پر اور زیادہ ہو جائے جب کہ آیت نمبر 205 میں اللہ تعالیٰ کو عاجزی اور خوف کے ساتھ صبح و شام پست آواز میں یاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے لہٰذا ان تینوں آیات کے مخاطب مومن ہی ہیں نہ کہ کافر۔

قائلین (اہل حدیث) قرأت فاتحہ خلف الامام اس آیت کے مخاطب کفار و مشرکین کو اس لیے بھی قرار دیتے ہیں کہ اس آیت میں لَعَلَّكُمْ کا لفظ آیا ہے جو شک کا معنی دیتا ہے اور یہ مومنین کے لئے استعمال نہیں کیا جا سکتا اگر اس آیت کے مخاطب مومنین ہوتے تو لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ نہ ہوتا۔ یعنی شائد تم پر رحم کیا جائے (58) جو کہ یقینی نہیں جب کہ مومنین پر رحمت یقینی بات ہے۔

اس دعویٰ کو بھی اگر قرآن حکیم کے تناظر میں دیکھا جائے تو ثابت ہو گا کہ یہ دعویٰ بھی بے بنیاد اور غلط ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ لعل ترجی (امید) اور اشفاق یعنی خوف کے درمیان مشترک ہے جیسا کہ صاحب التقریر الحاوی علامہ سید فخر الحسن نے لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اس کو اپنے کلام میں بیان فرماتا ہے تو اس کا مطلب یقینی ہوتا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات شک اور تردد سے پاک ہے اور اپنے بندوں کو اسی چیز کی امید دلاتا ہے جو یقینی ہونے والی ہو۔ (59)

اگر اس آیت کے مخاطب کفار و مشرکین کو تسلیم کیا جائے تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا کفار و مشرکین کو ایمان کے بغیر قرآن مجید کی سماعت سے رحم کی امید دلائی جا سکتی ہے جب کہ کفار و مشرکین پر سماعت قرآن واجب نہیں اور نہ ہی وہ اس کے مکلّف ہیں کیوں کہ وہ اس پر ایمان نہیں رکھتے۔ جب ان کا قرآن سننا نیکی ہی نہیں تو پھر وہ رحمت خداوندی کے مستحق کیسے ہو سکتے ہیں؟ اس کے علاوہ یہ کہنا کہ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ کے مخاطب مومنین نہیں ہو

سکتے یہ بھی حقیقت کے برعکس ہے کیوں کہ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر مومنین کے لئے لَعَلَّكُمْ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ذیل میں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

(1) سورۃ البقرہ میں ارشاد ربانی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (60)

اے ایمان والو تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جیسے کہ ان لوگوں پر فرض کئے گئے جو تم سے پہلے تھے تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

(2) سورۃ آل عمران میں ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (61)

اے ایمان والو دوگنا چوگنا سود نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

(3) سورۃ آل عمران میں ہے۔

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (62)

اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

(4) تیمم کے احکام بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (63)

لیکن اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہیں خوب پاک کر دے اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دے تا کہ تم شکر کرو۔

(5) سورۃ مائدہ میں ایمان والوں سے خطاب ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (64)

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

(6) سورۃ نور میں ارشاد ربانی ہے۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۔(65)

نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو، رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

ان آیات بینات کے مطالعہ سے یہ دعوٰی غلط ثابت ہو جاتا ہے کہ قرآن مجید میں لفظ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ کا خطاب کفار و مشرکین کو ہوتا ہے کیوں کہ مذکورہ آیات میں کفار اور مشرکین نہیں بلکہ مومنین مخاطب ہیں اس لئے اس دعوٰی کی تائید میں زیر بحث آیات کے مخاطب کفار اور مشرکین قرار دینا درست نہیں یہ عدم تفکر کی عظیم علامت ہے۔

چند اعتراضات اور ان کے جوابات

غیر مقلدین کی طرف سے ان شبہات کے علاوہ اس آیت کے بارے متعدد اعتراضات بھی کئے گئے ہیں جن کے جوابات نقل کئے جاتے ہیں۔

اوّل: اس آیت کے متعلق یہ خیال بھی ظاہر کیا گیا کہ یہ آیت نماز میں باتیں کرنے کے متعلق نازل ہوئی ہے کیوں کہ ابتدا میں نماز میں باتیں کرنا ممنوع نہیں تھا۔ اس لئے اس آیت سے لوگوں کو نماز میں باتیں کرنے سے منع کیا گیا۔

یہ اعتراض صحیح نہیں اس لئے کہ اس کی ممانعت آیت مذکورہ سے نہیں ہوئی بلکہ سورۃ بقرہ کی آیت 238 "حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ" اس کی ممانعت کے لئے نازل ہوئی۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت نقل کی ہے کہ آپؓ کہتے ہیں کہ کنا نتکلم فی الصلوۃ یکلم احدنا اخاہ فی حاجتہ حتی نزلت ھذہ الایۃ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ (66) فامرنا بالسکوت(67)

حضرت زید بن ارقمؓ نے فرمایا کہ اگر نماز میں کوئی ضرورت ہوتی تو ہم باتیں کر لیتے تھے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ نمازوں کی محافظت کرو خصوصاً نماز عصر کی اللہ تعالیٰ کے آگے ادب سے کھڑے رہو پس ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا۔

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ سورۃ بقرہ کی اس آیت سے لوگوں کو نماز میں باتیں کرنے سے منع کیا گیا ہے نہ کہ سورۃ اعراف کی آیت نمبر 204 سے۔

سورۃ اعراف مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی جب کہ سورۃ بقرہ کی آیت مدینہ منورہ میں غزوہ احزاب کے بعد نازل ہوئی۔ اس آیت کے متعلق علامہ محمد داؤد راز (م 1403ھ) نے علامہ ثناء اللہ امرتسری کے ترجمہ قرآن پر حاشیہ لکھتے ہوئے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے نزول سے پہلے لوگ نماز میں بات چیت کو عیب نہیں جانتے تھے مگر اس آیت کے نازل ہونے سے بات چیت سے روک دیا گیا اور نماز میں خاموش رہ کر توجہ الی اللہ کرنا ضروری قرار دیا گیا۔(68)

لہذا یہ خیال کرنا کہ زیر بحث آیت نماز میں باتیں کرنے سے منع کرنے کیلئے نازل ہوئی ہے خلاف حقیقت ہے۔

دوم: اس آیت کے متعلق دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ یہ آیت (وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ) خطبہ جمعہ اور خطبہ عیدین کے بارے میں نازل ہوئی ہے کیوں کہ سامعین خطبہ کے دوران باتیں کیا کرتے تھے انہیں باتوں سے منع کرنے اور خاموش رہنے کے لئے نازل کی گئی۔

اس قول کی حقیقت بھی گذشتہ قول جیسی ہے کہ یہ آیت مکی ہے اور فرضیت جمعہ کی آیت مدنی۔ اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ جمعہ کی فرضیت بھی ہجرت مدینہ کے بعد مدینہ منورہ میں ہوئی۔ اگر اس آیت کے نزول کو خطبہ جمعہ کی سماعت کے متعلق تسلیم کر لیا جائے تو پھر لازماً اس آیت کا نزول دوبارہ ماننا ہوگا کیوں کہ جمعہ مدینہ منورہ میں فرض ہوا ہے۔

ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ دو مختلف اسباب نزول کی وجہ سے ایک آیت دوبار نازل ہو جائے اگر خطبہ جمعہ کی سماعت کے آیت مذکورہ کا نزول دوبارہ تسلیم کرلیا جائے تو خطبہ جمعہ کے ساتھ قرأت فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا کیوں کہ جیسا استماع اور انصات خطبہ جمعہ کے وقت ہوگا ویسا استماع اور انصات قرأت امام کی سماعت کے وقت ہوگا بلکہ جب اس آیت کا نزول خطبہ جمعہ کے دوران باتیں کرنے کی ممانعت کے لئے دوبارہ تسلیم کرلیا جائے تو پھر نزول کے اعتبار سے قرأت فاتحہ خلف الامام کی ممانعت مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ دونوں جگہ تسلیم کی جائے گی۔ فرق صرف عمومیت اور خصوصیت کا ہوگا بصورت دیگر تو خطبہ جمعہ کی سماعت کو اسی آیت نمبر 204 کی عمومیت میں داخل کرنا ہوگا جو مکی ہے یا کسی ایسی آیت کو پیش کرنا ہوگا۔ جس میں خطبہ جمعہ کی سماعت کے دوران باتیں کرنے سے منع کیا گیا ہو اگر جمعہ کی سماعت کے متعلق کوئی خاص آیت نازل نہیں ہوئی تو خطبہ جمعہ کی سماعت کے ساتھ قرأت فاتحہ خلف الامام کو اس آیت کے ساتھ کیوں شامل نہیں کیا جاتا یعنی خطبہ جمعہ جس کی فرضیت مدینہ منورہ میں ہوئی اس کے دوران باتیں کرنے کی ممانعت مکی آیت سے کی جاسکتی ہے۔ قرأت فاتحہ خلف الامام (قائلین جس کی فرضیت مدنی قرار دیتے ہیں) (69) کی ممانعت فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا کے حکم سے کیوں نہیں کی جاسکتی۔

سوم: قائلین اس آیت کے متعلق یہ بات بھی کہتے ہیں کہ زیر بحث آیت عام مخصوص منہ البعض کے درجہ میں ہے۔(70) یعنی آیت استماع عام ہے لیکن حدیث لا صلوۃ الا بفاتحہ الکتاب سے قرأۃ خلف الامام کو خاص اور مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔

اس بارے میں یہ بات قابل غور ہے کہ ایک طرف اس آیت کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس مخاطب خاص کفار و مشرکین ہیں۔(71) اور دوسری طرف اسی آیت کو عام قرار دے کر اس میں سے مسلمانوں کو کیسے خاص کیا جاتا ہے اگر اس آیت کے مخاطب کفار اور مومنین اس حکم کے

تحت نہیں ہیں تو تخصیص کس بات کی ہوگی اور حدیث لاصلوۃ لمن لم یقراء بفاتحہ الکتاب جو مومنین کے متعلق ہے اس آیت کی تخصیص کیوں کر ہوسکتی ہے جو آیت کفار اور مشرکین کے متعلق ہو پھر دونوں کے درمیان بظاہر کوئی علاقہ اور تعلق بھی نہیں کیونکہ آیت استماع کی دعوت کفار اور مشرکین کو ہے اور قرأت فاتحہ کی حدیث میں مومنین اور نمازیوں کے لئے دعوت ہے۔ قائلین اس دلیل کو بطور حجت اور دلیل ٹھہراتے ہیں حالانکہ یہ دلیل اصول فقہ سے ماخوذ ہے جس کو یہ بدعت وخلاف حدیث اور غیر مستند ذخیرہ قرار دیتے ہیں۔(72)

چہارم: قائلین آیت زیر بحث کو مخصوص منہ البعض قرار دیتے ہیں اور وہ حدیث عبادہ بن الصامتؓ کو مخصص ٹھہراتے ہیں۔ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ خبر واحد سے قرآن مجید کے عام حکم کی تخصیص ہوسکتی ہے۔(73)

اس کے متعلق کچھ تفصیل کے ساتھ عرض ہے کہ علامہ حسام الدین محمد بن محمد (م644ھ) حدیث کی اقسام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں المسند اقسام المتواتر، والمشھور وخبر واحد(74) یعنی مسند کی تین قسم ہیں۔ متواتر، مشہور اور خبر واحد۔

متواتر: متواتر وہ حدیث ہے جس کی روایت اس قدر لوگ کریں کہ ان کے بارے میں جھوٹ پر اتفاق کرنے کا وہم وگمان تک نہ ہو اور وہم وگمان کی وجہ راویوں کی کثرت اوران کا صاحب عدالت ودیانت ہونا ہے۔ علامہ مزید آگے فرماتے ہیں۔ وانہ یو جب علم الیقینبمنزلۃ العیان علما ضروریا (75) یعنی خبر متواتر سے سامع کو بدایۃ علم یقینی حاصل ہوتا ہے جس طرح مشاہدہ سے علم یقینی حاصل ہوتا ہے۔

مشہور: مشہور حدیث وہ ہے جس کو ابتداء میں چند لوگوں نے یعنی صحابہ کرامؓ نے روایت کیا ہو پھر وہ منتشر ہوگئی۔ قرن ثانی اور ثالث میں اس کی روایت کرنے والے اس قدر زیادہ

ہو گئے کہ اس کے بارے میں جھوٹ پر متفق ہونے کا وہم و گمان نہیں ہو سکتا اور یہ کثرت آخر تک باقی رہے اور یہ لوگ ثقات اور آئمہ کرام ہیں اور ان کے جھوٹ کے ساتھ متہم نہیں کیا جا سکتا۔

خبر متواتر سے جو علم یقینی حاصل ہوتا ہے وہ خبر مشہور سے نہیں ہوتا کیوں کہ اس کا مرتبہ خبر متواتر سے کم اور خبر واحد سے بلند ہے۔ اس علم سے طمانیت حال ہوتا ہے۔ اس میں کسی قدر شبہ کی گنجائش ہوتی ہے مگر وہ شبہ ایسا نہیں ہوتا جس سے نفس کو بے اطمینانی رہے۔ بلکہ نفس کو خبر مشہور سے تسکین قلبی حاصل ہو جاتی ہے لیکن بوجہ شبہ کے علم یقینی حاصل نہیں ہوتا جو خبر متواتر سے حاصل ہوتا ہے۔ اسی بناء پر علماء کرام نے کہا ہے کہ اس کا منکر کافر نہیں گمراہ کہلائے گا۔

خبر واحد: خبر واحد وہ خبر ہے جس کو ایک شخص یا دو یا دو سے زیادہ اشخاص روایت کریں اور یہ کثرت رواۃ میں خبر مشہور اور متواتر سے کم مرتبہ ہوتی ہے۔ خبر واحد میں عدد کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا خواہ وہ ایک روای ہو یا دو یا دو سے زیادہ۔ اس میں شرط یہ ہے کہ اس کے راوی خبر متواتر اور خبر مشہور کے راویوں سے کم ہوں۔ خبر واحد سے علم یقینی اور علم طمانیت حاصل نہیں ہوتا جیسا کہ خبر واحد اور خبر مشہور سے حاصل ہوتا ہے بلکہ اس سے علم ظنی حاصل ہوتا ہے۔

رہی یہ بات کہ آیا خبر واحد احکام شرعیہ میں عمل کرنے کو واجب کرتی ہے یا کہ نہیں تو اس میں اختلاف ہے لیکن جمہور کا مذہب یہی ہے کہ خبر واحد موجب للعمل ہے یعنی عمل کو واجب کرتی ہے۔

علامہ حسام الدین محمد بن محمدؒ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ خبر واحد چار شرائط کے ساتھ عمل کو واجب کرتی ہے۔

(1) خبر واحد کتاب اللہ کے مخالف نہ ہو۔

(2) سنت مشہورہ کے مخالف نہ ہو کیوں کہ خبر مشہور اس سے اقویٰ ہے لہٰذا یہ خبر مشہور کا مقابلہ نہیں کر سکتی اس لئے سنت مشہور کے مقابلہ میں خبر واحد متروک ہوگی۔

(3) یہ خبر واحد ایسے معاملہ میں اور واقع میں وارد ہوئی ہو جس میں عموماً لوگ مبتلا نہ ہوں۔

(4) خبر واحد جس معاملہ میں وارد ہوئی ہے جب اس معاملہ میں صحابہ کرامؓ کا اختلاف ہو اور طرفین صحابہؓ میں سے کسی نے بھی اس حدیث سے احتجاج اور استدلال نہیں کیا تو اس سے یہ امر معلوم ہوگا کہ یہ حدیث ان کے نزدیک ثابت نہیں ہے۔

جب یہ چار شرائط پائی جائیں تو خبر واحد عمل کو واجب کرتی ہے۔ اب ان چار شرائط کے پیش نظر حدیث عبادہ بن الصامتؓ جو خبر واحد کا درجہ رکھتی ہے۔ کتاب اللہ کے عموم کے مخالف ہے کیونکہ سورۃ المزمل کی آیت فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ میں عام اجازت ہے کہ قرآن حکیم میں جہاں سے جتنا تم پر آسان ہو (نماز میں) پڑھو۔ اس آیت کی عمومیت میں پورا قرآن اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سے لے کر وَالنَّاسِ تک شامل ہے۔ کسی سورت کا استثناء نہیں کیا گیا کہ فلاں سورۃ پڑھی جائے اور فلاں نہ پڑھی جائے نمازی کے لئے کوئی پابندی نہیں کہ وہ سورۃ فاتحہ ہی پڑھے۔ جونسی سورۃ اور آیت قرآنی چاہے نماز میں پڑھ سکتا ہے اور لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب اس آیت کی عمومیت کے معارض ہے اس پر عمل کرنے سے یقیناً قرآن کریم کی مخالفت ہوتی ہے۔ (76)

اللہ تعالیٰ ہمارے علماء دین (اہل سنت) کو مخصوص رحمت سے نوازے جنہوں نے اس تعارض کو یوں اٹھایا کہ مطلقاً قرات قرآن مجید نماز میں بحکم رب العالمین فرض ہے اور سورۃ فاتحہ کی قرات بحکم حدیث رسول ﷺ لاصلوٰۃ الا بفاتحہ الکتاب امام اور منفرد کے لئے واجب ہے۔ اس طرح عمل کرنے سے نص قطعی اور نص ظنی کے درمیان موافقت اور مطابقت ثابت ہوگی۔

علماء کرام اس اصول پر متفق ہیں کہ استخراج مسائل میں اول درجہ قرآن مجید کو حاصل ہے۔
پھر حدیث رسول ﷺ کو اور احادیث رسول ﷺ میں اول درجہ حدیث متواتر اور دوم حدیث مشہور اور سوم درجہ خبر واحد کو حاصل ہے۔ اگر حدیث عبادہ بن الصامتؓ جو خبر واحد ہے اس کو عمومیت کا درجہ دیتے ہوئے امام و مقتدی اور منفرد کے لئے قراۃ فاتحہ فرض قرار دی جائے تو آیت قرآنی وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا اس پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔ جس کا مرتبہ عمل میں سب سے اول ہے جو توحید کے سراسر منافی ہے کیوں کہ اس سے آیت قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت کا ترک خبر واحد کے مقابلہ میں لازم آتا ہے اور یوں خبر واحد کو آیت وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا کا مخصص ٹھہرانا اصول کے سراسر منافی آتا ہے۔

پنجم: قائلین اس حدیث عبادہ بن الصامت کو متواتر بھی قرار دیتے ہیں لیکن ایسا نہیں ہے اگر چہ یہ حدیث لفظاً، معناً اور مفہوماً متواتر ہوتی تو صحابہ کرامؓ سے لے کر آج تک سواد اعظم (امت کا غالب حصہ) اس کے خلاف عمل نہ کرتا کیونکہ علماء اصولیین کے نزدیک حدیث متواتر سے عوام اور خواص کو علم قطعی اور یقین کامل حاصل ہوتا ہے چونکہ یہ خبر واحد ہے لہذا اس سے قرآنی آیت کو خاص نہیں کیا جا سکتا۔
قائلین قراۃ فاتحہ نے اس تخصیص کی یہ مثال پیش کی ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ (77) بے شک ہم نے ہر انسان کو نطفہ سے پیدا فرمایا لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام اس سے مستثنیٰ ہیں کیوں کہ قرآن حکیم میں دوسرے مقام پر ان کے بغیر نطفہ کے پیدائش بیان ہوئی ہے۔ اب جو شخص کہے کہ جب انسان نطفے سے پیدا ہوتے ہیں تو

حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کو بھی ہم نطفہ سے پیدا شدہ سمجھیں گے تو یہ جہالت ہوگی۔ (78)
اس کے جواب میں یوں عرض کیا جائے گا کہ اس مثال کو سرسری نظر سے دیکھنے والا بھی یہ جان سکتا ہے کہ عمومیت قرآن کی تخصیص قرآن ہی سے کی جا رہی ہے جو بالاتفاق جائز ہے نہ کہ قرآن کی تخصیص خبر واحد سے۔ علماء کرام کے نزدیک قرآن کی تخصیص قرآن سے اور خبر واحد کی تخصیص خبر واحد سے جائز ہے۔ لہذا اس مثال کا ممثل لہ سے کوئی تعلق اور مناسبت نہیں ہے۔

ششم: بعض قائلین کو فاتحہ خلف الامام کے متعلق یہ وہم بھی ہے کہ امام کی قرأت کے وقت صف کے پیچھے سنتیں پڑھنا احناف کے نزدیک جائز ہے تو مقتدی امام کے پیچھے قراۃ فاتحہ کیوں نہیں پڑھ سکتا۔ (79) اس وہم کے ازالہ کے لئے امام برہان الدین مرغینانی (م 593ھ) اور علامہ ابن عابدین (م 969ھ) کا یہ قول پیش کیا جاتا ہے۔
واشد ھا کراھة ان یصلیھا مخالطا للصف مخالفا للجماعة والذی یلی ذلک خلف الصف من غیر حائل (80) یعنی سب سے زیادہ مکروہ یہ ہے کہ مقتدیوں کے ساتھ یا صف کے پیچھے سنتیں پڑھی جائیں۔ اسی طرح دیگر کتب احناف میں یہ مسئلہ موجود ہے بہر حال کسی بھی امام کے نزدیک امام کی قرأت کے وقت مقتدی صف کے پیچھے سنتیں ادا نہیں کرسکتا۔

ہفتم: ایک شبہ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ مقتدی نماز کے آغاز میں سبحانک اللھم وبحمدک الخ پڑھتا ہے۔ جب یہ ثنا آیت استماع اور انصات کے خلاف نہیں تو سورۃ فاتحہ کی قرأت کیوں ممنوع ہے؟ (81)

اس ضمن میں عرض ہے کہ اہل سنت کے نزدیک نماز میں سبحانک اللھم وبحمدک الخ
کا پڑھنا سنت ہے، فرض یا واجب نہیں (82) جب کہ اہل حدیث کے نزدیک قرأت
خلف الامام فرض ہے۔ پھر اس سے الزام صحیح نہیں اور اس لئے بھی درست نہیں کہ اہل سنت
کی کسی کتاب میں ایسا نہیں لکھا گیا کہ امام جب قرأت فاتحہ شروع کرے تو مقتدی آہستہ
آہستہ سبحانک اللھم وبحمدک الخ پڑھ لے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ
اہل سنت کے نزدیک امام کی قرأت کے وقت سورۃ فاتحہ جو (واجبات نماز میں سے ہے)
پڑھنا جائز نہیں تو قرأت امام کے وقت سبحانک اللھم وبحمدک الخ
جو (سنت ہے) کا پڑھنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔

ہشتم: ایک شبہ یہ بھی پیش کیا جاتا ہے کہ حفظ قرآن اور تجوید کے تمام مدارس میں
اساتذہ جب بچوں کو پڑھا رہے ہوں تو باقی بچے برابر اونچی آواز سے قرآن مجید پڑھتے ہیں
تو اس کو آیت استماع اور انصات کے خلاف کیوں نہیں سمجھا جاتا؟

اس اعتراض کا ازالہ اس سوچ اور سمجھ سے ہوتا ہے کہ مدارس میں اساتذہ اور تلامذہ جو تلاوت
قرآن مجید کرتے ہیں وہ بغرض تلاوت نہیں کرتے بلکہ بغرض تعلیم پڑھتے ہیں لہذا اس
قرآن کا سننا فرض ہے جو بغرض تلاوت کی جائے۔ اس قرأت کا سننا فرض نہیں جو تعلیم کی
غرض سے کی جائے کیوں کہ قرآن مجید میں وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ کے الفاظ ہیں نہ کہ
وَاِذَا تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ (فافہم)۔

اس ضمن میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ دین یعنی قرآن وحدیث کی تعلیم وتعلم مقاصد نبوت
سے ہے (83) اور اس کے ثبوت میں بالاتفاق آیات اور احادیث موجود ہیں اور تعلیم وتعلم
کا سلسلہ بغیر سننے اور سنانے کے ممکن نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ طلبا حفظ قرآن کے سلسلہ میں
بیٹھے ہیں اپنا اپنا سبق یاد کر رہے ہیں۔ اب اگر ایک لڑکا قرآن کو بار بار یاد کرنے کی غرض

سے پڑھ رہا ہے تو سب سننے کے لئے بیٹھ جائیں تو وہ اپنے اسباق کو کیسے یاد کریں گے؟ تو
اس ضرورت کے تحت علماء اکرام نے اس کے جواز میں فتویٰ دیا ہے۔ فقہ کا اصول بھی یہی ہے۔
الضرورات تبیح المحظورات (84) ضرورتیں ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں۔
اس کے علاوہ سماعت قرآن اور تعلیم قرآن دونوں فرائض میں ہیں جس کا میں نے پہلے
اشارہ کر دیا ہے لہذا ایک وقت میں ایک ہی فرض کو ادا کیا جا سکتا ہے۔ لہذا ضرورت اس کو
جائز قرار دیا گیا۔

نہم: اگر یہ کہا جائے کہ قرأت فاتحہ خلف الامام کی ممانعت میں کوئی حدیث پیش
کیا جائے تو اس ضمن میں عرض ہے کہ یہ دعویٰ ہی غیر ثابت شدہ ہے اس کی ممانعت دکھانے
کی ضرورت نہیں۔

دوسری بات یہ کہ آیت استماع اور انصات ہی سے اس کی ممانعت ثابت ہو رہی ہے کیوں
کہ انصات سے مراد عدم تکلم اور عدم قرأت ہے۔ ایسا کون سا انصات ہے جس سے تکلم کی نفی
نہیں ہوتی۔ آخر قائلین قرأت فاتحہ خلف الامام پر تو فرض عائد ہوتا ہے کہ ایسا انصات ثابت
کریں جو تکلم سے باقی رہتا ہے تا کہ مانعین کی تسلی ہو سکے۔

دہم: بعض غیر مقلدین یہ بھی کہتے ہیں کہ آیت استماع وانصات اگر قرأت فاتحہ
خلف الامام کے مخالف ہوتی تو حضور ﷺ قرأت خلف الامام کا حکم نہ فرماتے۔ جیسا کہ
لا صلوۃ لمن لم یقراء بفاتحہ الکتاب ہے۔ اس وہم اور شک کا ازالہ یوں ہوتا ہے
کہ ایسی صحیح اور مرفوع حدیث کوئی نہیں جس میں حضور پر نور ﷺ نے قرأت فاتحہ خلف الامام
کا حکم فرمایا ہو مذکورہ حدیث میں خلف الامام کا ذکر نہیں اور نہ ہی یہ حدیث آیت مذکورہ کے
مخالف اور متعارض ہے کیوں کہ اس میں خلف الامام کا ذکر نہیں۔

حواشی باب اول

(1) سورۃ الاعراف:204۔

(2) یہ وہ سات فرائض ہیں جن پر آئمہ اربعہؒ کا اتفاق ہے۔ بعض آئمہ کے نزدیک کئی دیگر امور بھی فرائض نماز میں داخل ہیں جیسے قومہ، رکوع سے اٹھنا، جلسہ یعنی سجدے سے اٹھنا، اعتدال کا خیال رکھنا اور طمانیت وغیرہ۔ آئمہ ثلاثہؒ کے نزدیک یہ فرائض نماز میں داخل ہیں لیکن احناف کے نزدیک یہ واجبات نماز میں سے ہیں۔ (عبدالرحمٰن الجزیری، کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعہ، ترجمہ، منظور احمد عباسی، محکمہ اوقاف پنجاب، 1977ء، لاہور، 346-378/1۔

(3) سورۃ المزمل:20۔

(4) امام ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، (ابواب اقامۃ الصلوٰۃ، باب القرأۃ خلف الامام، حدیث نمبر 837)، نور محمد، 1381ھ، کراچی، ص60۔

(5) ایضاً، حدیث نمبر 838۔

(6) امام ترمذی، جامع ترمذی، (ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء ان الامام ضامن، حدیث نمبر 207)، مکتبہ رحیمیہ، 1952ء، دیوبند، 49/1۔

ولی الدین تبریزی، مشکوٰۃ المصابیح، (باب فضل الاذان واجابۃ الموذن، الفصل الثانی)، نور محمد، 1368ھ، کراچی، ص65۔

(7) سورۃ الاعراف:204۔

(8) امام علاؤالدین الکاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ترجمہ، ڈاکٹر محمود الحسن عارف، مرکز تحقیق، دیال سنگھ لائبریری، 1993ء، لاہور، 385/1۔

(9) امام مالک، موطا، ترجمہ وحید الزمان، اصح المطابع، (ت۔ن)، کراچی، ص87۔

عبدالرحمٰن مبارک پوری، تحقیق الکلام، المکتبہ الاثریہ، 1968ء، سانگلہ ہل، ص191/2۔

(10) عبدالرحمٰن مبارک پوری، تحقیق الکلام، حصہ اول، ص5۔

عبدالعزیز ملتانی، استیصال التقلید، فاروقی کتب خانہ، 1994ء، ص141-144۔

(11) سورۃ الاعراف:204۔

(12) قاضی ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، ترجمہ عبدالدائم جلالی، سعید کمپنی، (ت۔ن)، کراچی، 454/4۔

(13) امام ابوبکر الجصاص، احکام القرآن، دار الکتاب العربیہ، (ت۔ن)، لبنان، 39/3۔

(14) امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی، کتاب القرأۃ خلف الامام، (حدیث نمبر 249)، ادارہ احیاء السنۃ، (ت۔ن)، گوجرانوالہ، ص107۔

(15) ایضاً، (حدیث نمبر 257)، ص109۔

(16) کمال الدین ابن ہمام، فتح القدیر، باب صفۃ الصلوٰۃ، فصل فی القرأۃ، مکتبہ رشیدیہ، (ت۔ن)، کوئٹہ، 298/1۔

(17) امام ابوعبداللہ محمد بن احمد القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، دار احیاء التراث العربی، 1965ء، بیروت لبنان، 353/7۔

(18) ایضاً، ص354۔

(19) عبداللہ بن احمد نسفی، تفسیر نسفی المعروف تفسیر المدارک، دار العربی، (ت۔ن)، بیروت، 92/2۔

(20) حافظ عماد الدین ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، سہیل اکیڈمی، 1973ء، لاہور، 280-281/2۔

(21) ابوجعفر محمد بن جریر طبری، جامع البیان عن تاویل القرآن المعروف تفسیر طبری، ضبط وتعلیق، محمود شاکر، دار احیاء التراث العربی، 2000ء، بیروت، 192/9۔

جلال الدین السیوطی، تفسیر الدر المنثور، منشورات مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ، 1404ھ، قم ایران، 156/3۔

(22) ملا احمد جیون، تفسیرات احمدیہ، قرآن کمپنی، 1978ء، لاہور، ص497۔

(23) سید قطب شہید، فی ظلال القرآن، ترجمہ میاں منظور احمد، اسلامی اکادمی، 1989ء، لاہور، 632/3۔

(24) محمد ادریس کاندھلوی، تفسیر معارف القرآن، مکتبہ عثمانیہ، 1982ء، لاہور، 183-184/3۔

(25) محمد سرفراز خاں صفدر، احسن الکلام فی ترک القرأۃ خلف الامام، ادارہ نشر و اشاعت نصرۃ العلوم، 1984ء، گوجرانوالہ، ص168۔

(26) محمد بن اسماعیل الامیر الیمنی الصنعانی، سبل السلام، شرح بلوغ المرام، حدیث نمبر 262، المکتبۃ الاثریہ، (ت۔ن)، سانگلہ ہل، 287/1۔

صدیق بن حسن القنوجی، مسک الختام شرح بلوغ المرام، المکتبۃ الاثریہ، (ت۔ن)، سانگلہ ہل، 410/1۔

(27) امام نسائی، سنن نسائی، (کتاب الافتتاح، باب جامع ماجاء فی القرآن، حدیث نمبر 936)، قدیمی کتب خانہ، (ت۔ن)، کراچی، 115/1۔ یہ حدیث چند الفاظ کے تغیر کے ساتھ امام بخاری نے بھی روایت کی ہے۔ (امام بخاری، الجامع الصحیح، باب کیف کان بدأ الوحی، حدیث نمبر 5، سعید کمپنی، (ت۔ن)، کراچی، 3/1)۔

(28) عبدالغفور، حاشیہ القرآن، المسمی، الفوائد السلفیہ، (بذیل آیت سورۃ القیامہ، لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ، آیت نمبر 19-16)، باہتمام مولوی عبدالعزیز، مطبع نور الاسلام، 1324ھ، امرت سر، ص 953۔

(29) فتح محمد تائب، خلاصۃ التفاسیر، مطبع انوار محمدی، 1926ء، لکھنو، 138/2۔

(30) شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، ترجمہ، عبدالحق حقانی، اصح المطابع، (ت۔ن)، 39/2۔

(31) امام راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، بذیل مادہ سمع، نور محمد، (ت۔ن)، کراچی، ص 243۔

(32) سورۃ بنی اسرائیل: 47۔

(33) محمد بن ابی بکر رازی، مختار الصحاح، المصطفیٰ البابی حلبی، 1950ء، مصر، ص 335۔

(34) ابن منظور جمال الدین مکرم، لسان العرب، بذیل مادہ سمع، دار صادر، (ت۔ن)، بیروت، 162/8۔

(35) مجد الدین فیروز آبادی، القاموس المحیط، دار الکتب العلمیہ، 1995ء، بیروت، 54/3۔

(36) عبدالحفیظ بلیاوی، مصباح اللغات، سعید کمپنی، 1973ء، کراچی، ص 396۔

(37) فیروز الدین، فیروز اللغات، فیروز سنز، 1968ء، لاہور، ص 316۔

(38) ابوالفضل محمد بن عمر جمال قرشی، صراح، مطبع مجیدی، (ت۔ن)، کلکتہ، ص 312۔

عبدالرشید الحسینی، منتخب اللغات، مطبع نول کشور، (ت۔ن)، لکھنو، ص 64۔

(39) محمد بن ابی بکر رازی، مختار الصحاح، بذیل مادہ نصت، ص 686۔

(40) ابن منظور، لسان العرب، بذیل مادہ نصت، 99/2۔

(41) مجد الدین فیروز آبادی، القاموس المحیط، 215/1۔

(42) سعد حسن خاں یوسفی و دیگر ارکین مجلس ترتیب، المنجد، دار الاشاعت، 1975ء، کراچی، ص 1020۔

(43) عبدالحفیظ بلیاوی، مصباح اللغات، ص 879۔

(44) ابوالفضل محمد بن عمر جمال قرشی، صراح، ص 69۔

(45) ابوبکر الجصاص، احکام القرآن، 40/3۔

(46) امام ابوداؤد، سنن ابی داؤد، (کتاب الحدود، باب رجم ماعز بن مالک، حدیث نمبر 4431)، ولی محمد، 1369ھ، کراچی، 608/2۔

(47) مجد الدین ابن الاثیر، النہایہ فی غریب الحدیث والاثر، موسسہ اسماعیلیان، 1394ھ، قم ایران، 383/2۔

(48) امام جصاص، احکام القرآن، 40/3۔

(49) سید امان اللہ، فاتحہ خلف الامام اور ایک تحقیقی جائزہ، ص 9۔

(50) عبدالرحمن مبارک پوری، تحفۃ الاحوذی، شرح جامع ترمذی، ادارۃ الحکیم، 1346ھ، امروہ، 259/1۔

عبدالعزیز ملتانی، استیصال التقلید، ص 148۔

(51) علامہ شہاب الدین ابن تیمیہ، فتاویٰ مجموع، جمع و ترتیب، عبدالرحمن بن محمد بن قاسم ولبنہ (ت۔ن)، سعودی عرب، 286/23۔

محمد بن اسماعیل الامیر الصنعانی، سبل السلام شرح بلوغ المرام، 29/1۔

(52) عبداللہ بن احمد نسفی، تفسیر نسفی، 92/2۔

(53) سورۃ حم سجدہ: 26۔

(54) امام فخر الدین رازی، التفسیر الکبیر، (مقام و ناشر نامعلوم)، 104/15۔

(55) امام ابن تیمیہ، الصارم المسلول، نشر السنۃ، (ت۔ن)، ملتان، ص 50۔

(56) علامہ جلال الدین السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، ترجمہ، محمد حلیم انصاری، اصح المطابع، (ت۔ن)، کراچی، 72/1۔

(57) سلام اللہ دہلوی، الکمالین حاشیہ تفسیر الجلالین، سعید کمپنی، 1397ھ، کراچی، ص 84۔

(58) عبدالرحمٰن مبارک پوری، تحقیق الکلام، 68/2۔

(59) مولانا سید فخر الحسن، التقریر الحاوی فی حل تفسیر البیضاوی، اسلامی کتب خانہ، 1975ء، کراچی، 16/3۔

(60) سورۃ البقرۃ: 183۔

(61) سورۃ آل عمران: 130۔

(62) ایضاً، 132۔

(63) سورۃ المائدہ: 6۔

(64) ایضاً، 35۔

(65) سورۃ النور: 56۔

(66) سورۃ البقرۃ: 238۔

(67) امام بخاری، الجامع الصحیح، (کتاب التفسیر، باب قولہ قوموا للہ قانتین، حدیث نمبر 4534)، 650/2۔

(68) محمد داؤد راز، حاشیہ علی ترجمہ القرآن ثناء اللہ امرتسری، فاروقی کتب خانہ، 1390ھ، ملتان، ص 210۔

(69) عبدالرحمٰن مبارک پوری نے لکھا ہے کہ قرأۃ خلف الامام کا حکم مقتدی اور غیر مقتدی کے لئے حضور اکرم ﷺ نے مدینہ طیبہ میں صادر فرمایا (تحقیق الکلام، 31/2)۔

(70) عام مخصوص منہ البعض سے مراد وہ عام حکم ہے جس میں بعض احکام کو عمومیت سے نکال لیا گیا ہو یا مخصوص کر لیا گیا ہو۔

(71) عبدالرحمٰن، تحقیق الکلام، 63/2۔

محمد داؤد راز، حاشیہ القرآن، ثناء اللہ امرت سری، (ضمیمہ بابت آیت واذا قری القرآن)، ص 725۔

(72) محمد یوسف جے پوری، حقیقت الفقہ، تصحیح ونظر ثانی، داؤد راز، ادارہ اشاعت دین، (ت۔ن)، بمبئی، ص 121۔

(73) عبدالرحمٰن، تحقیق الکلام، 59/2۔

(74) حسام الدین محمد بن محمد، حسامی، باب بیان اقسام السنہ، نور محمد، (ت۔ن)، کراچی، 63-64۔

محمد اشرف نقشبندی، التقریر النامی شرح حسامی، باب بیان اقسام السنہ، ادارہ فاروقیہ، 1990ء، لاہور، ص 375-376۔

(75) حسام الدین محمد بن محمد، حسامی، ص 65۔

(76) محمد اشرف نقشبندی، التقریر النامی، ص 383-384۔

(77) سورۃ الدھر: 2۔

(78) سید امان اللہ، مسئلہ فاتحہ خلف الامام، ص 14۔

(79) ایضاً۔

(80) برہان الدین مرغینانی، الہدایہ، (کتاب الصلوٰۃ، باب ادراک الفریضہ، حاشیہ نمبر 9)، محمد علی، 1311ھ، کراچی، 132/1۔

ابن العابدین، رد المحتار علی الدر المختار، (کتاب الصلوٰۃ، باب ادراک الفریضہ)، مکتبہ الرشیدیہ، 1412ھ، کوئٹہ، 530/1۔

(81) سید امان اللہ، مسئلہ فاتحہ خلف الامام، ص 11۔

(82) علامہ ابوالحسن علی مرغینانی، ہدایہ (باب صفت الصلوٰۃ)، 86/1۔

(83) سورۃ المائدہ: 67۔

(84) عمیم الاحسان مجددی، قواعد الفقہ، (قاعدہ نمبر 170) صدف پبلشرز، 1406ھ، کراچی، ص 89۔

باب دوم

قرأت خلف الامام اوراحادیث رسول مقبول ﷺ

عدم قرأة الفاتحہ خلف الامام کے متعلق قرآنی استدلال کے بعد اب رسول اکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ سے ان احادیث کو پیش کیا جاتا ہے۔ جن میں آپ نے نہ صرف امام کی قرآت کو مقتدی کی قرآت قرار دیا بلکہ واضح طور پر مقتدی کو امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کی قرآت سے منع بھی فرمایا۔

قرأت الفاتحہ خلف الامام اوراحادیث رسول ﷺ

محدثین نے کتب احادیث میں بہت سی ایسی روایات نقل کیں ہیں جن میں قرأت الفاتحہ خلف الامام کی ممانعت کا حکم ہے لیکن اختصار کے پیش نظر سولہ احادیث نقل کی جاتی ہیں۔

(1) اس حدیث کو حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے۔

حدثنا اسود بن عامر أنا حسن بن صالح عن ابی الزبیر عن جابرؓ عن النبی ﷺ قال من کان له امام فقراءته له قراۃ (1)

امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ ہم سے اسود بن عامر نے ان سے حسن بن صالح نے ان سے ابی زبیر نے اوران سے حضرت جابرؓ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے امام کی اقتداء کی ہوتو امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت ہے۔

اس حدیث کی سند کے بارے میں امام شمس الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن ابن قدامہ المقدسی (م682ھ) نے الشرح الکبیر للمقنع میں فرمایا ہے۔

بعد ما اورد حدیث احمد باسناد ومتنه وهذا اسناده صحیح متصل رجاله کلهم ثقات . الاسود بن عامر روی له بخاری والحسن بن صالح ادرک ابا زبیر

یعنی اس حدیث کا سلسلہ سند صحیح اور متصل ہے۔اس کے تمام روای ثقہ ہیں۔اسود بن عامروہ راوی ہیں جس سے امام بخاری نے روایت کیا اور حسن بن صالح نے ابوزبیر کو پایا ہے۔(2)

(2) دوسری حدیث کو امام ابن ابی شیبہ(م235ھ) نے المصنف میں روایت کیا ہے۔

حدثنا مالک ابن اسماعیل عن حسن بن صالح عن ابی زبیر عن جابر عن النبی ﷺ قال کل من کان له امام فقراته له قرأة(3)

امام ابن ابی شیبہ کہتے ہیں کہ ہم سے مالک بن اسماعیل ان سے حسن بن صالح ان سے ابوزبیر اوران سے حضرت جابر نے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہر وہ شخص جس نے امام کی اقتداء کی ہوتو امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔اس حدیث کے تمام روای ثقہ ہیں۔

ان دونوں احادیث میں رسول اکرم ﷺ نے بڑے واضح انداز میں اس بات کا ذکر فرمایا ہے کہ امام کی قرأۃ مقتدی کی قرأت ہے۔

متعدد احادیث میں رسول اکرم ﷺ نے اس بات کو بھی بیان فرمایا ہے کہ امام قرأت کرے تو مقتدی قرأت نہ کرے خاموش رہے خاموشی کا حکم ممانعت قرأۃ الفاتحہ خلف الامام کا حکم ہے۔

(3) اس حدیث کو امام نسائی نے روایت کیا ہے۔

اخبرنا الجارود بن معاذ الترمذی حدثنا ابو خالد الاحمر(سلیمان بن حیان) عن محمد بن عجلان عن زید بن اسلم عن ابی صالح عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ انما جعل الامام لیؤتم به فاذا کبر فکبروا واذا قرء فانصتوا واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا لک الحمد (4)

امام نسائی فرماتے ہیں کہ جارود بن معاذ نے ان سے ابو خالد الاحمر سلیمان بن حیان نے ان سے محمد بن عجلان نے ان سے زید بن اسلم نے ان سے ابو صالح نے اور ان سے حضرت ابوھریرہؓ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ امام اس لئے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور امام جب سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا لک الحمد کہو۔

اس روایت کے متعلق امام مسلم نے اپنی صحیح میں فرمایا ہے۔

فقال لہ ابو بکر فحدیث ابی ہریرہؓ فقال ھو صحیح یعنی واذا قرأ فانصتوا فقال و ھو عندی صحیح (5)

حافظ ابن حجر عسقلانی (م 852ھ) نے بھی فتح الباری میں اس حدیث کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے "و ھو حدیث صحیح "یعنی وہ حدیث صحیح ہے۔(6)

حافظ عبدالعظیم منذری (م 656ھ) نے اس حدیث کے راوی ابو خالد الاحمر کے متعلق لکھا ہے کہ یہ سلیمان بن حیان ہے، یہ ان لوگوں میں سے ہے جن سے امام بخاری اور امام مسلم نے حجت پکڑی ہے یعنی ان کی حدیث کو صحیح تسلیم کیا ہے۔(7) بہر حال اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں تفصیل کے لئے اسماء الرجال کی کتب دیکھی جاسکتی ہیں۔(8)

اس حدیث کے متعلق امام ابوداؤد (م 285ھ) نے لکھا ہے۔ ھذہ الزیادۃ "و اذا قرأ فانصتوا" لیست بمحفوظۃ الوھم عند نا من ابی خالد(9)

اس حدیث میں یہ زیادتی کی کہ جب قرأت کرے تم خاموش رہو محفوظ نہیں یہ ابو خالد سے وہم ہو گیا ہے۔اس موہومہ زیادتی کا اظہار صرف امام ابوداؤد نے کیا ہے۔جب کہ امام مسلم اور دیگر محدثین نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔امام منذری فرماتے ہیں کہ اگر اسے موہومہ زیادتی تسلیم بھی کر لیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں اس لیے کہ ابو خالد اس زیادتی میں

منفرد نہیں ہیں بلکہ مشہور محدث ابو سعد محمد بن سعد الانصاری الاشھلی المدنی (م 190ھ) نے بھی اس کی متابعت کی ہے اور یہ بھی ثقہ راوی ہیں۔اگر موہومہ زیادتی کی تائید دوسرے راوی سے ہو جائے تو وہ زیادتی مقبول ثابت ہو جاتی ہے۔(10)

(4) اس حدیث کو امام احمد بن حنبل نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے نقل کیا ہے۔

حدثنا ابو احمد الزبیری ثنا یونس بن ابی اسحاق عن ابی اسحاق عن ابی الاحوص عن عبداللہ (بن مسعود) قال کانوا یقرؤن خلف النبی ﷺ فقال خلطتم علی القرآن (11)

امام احمد بن حنبلؒ نے کہا کہ ہم سے ابو احمد الزبیری نے ان سے یونس بن ابی اسحاق نے ان سے ابی اسحاق نے اور ان سے ابو الاحوص نے ان سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام رسول اکرم ﷺ کے پیچھے (نماز میں) قرآن کی تلاوت کیا کرتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ تم مجھ پر قرآن مخلوط کرتے ہو۔

اس حدیث کے متعلق صاحب احسن الکلام علامہ سرفراز احمد صفدر نے امام ابو بکر ھیثمی (م 807ھ) کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مسند ابو یعلی مسند بزار میں بھی ہے اور مسند امام احمد کی روایت کے راوی وہی ہیں جو صحیح بخاری کے راوی ہیں یعنی رجال احمد رجال الصحیح (12)

(5) یہ حدیث امام ابو جعفر طحاوی (م 321ھ) نے روایت کی ہے۔

عن انسؓ قال صلی رسول اللہ ﷺ ثم اقبل بو جھہ فقال اتقرون والامام یقرأ فسکتوا فساء لھم ثلثاً فقالوا انا لنفعل قال فلا تفعلوا (13)

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی پھر آپ ﷺ صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تم امام کی قرأت کے دوران قرأت کرتے ہو

صحابہ کرامؓ نے خاموشی اختیار کی آپ ﷺ نے تین بار پوچھا پھر انہوں نے کہا کہ بے شک ہم ایسا ہی کیا کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا آئندہ ایسا نہ کرنا۔ (یہ ممانعت ہے)

(6) اس حدیث کو امام ترمذی نے اپنی جامع میں حضرت ابوھریرہؓ سے روایت کیا ہے۔

عن ابی ھریرۃؓ ان رسول اللہ ﷺ انصرف من صلوۃ جھر فیھا بالقراۃ فقال ھل قراء معی احد منکم انفا فقال رجل نعم یا رسول اللہ ﷺ قال انی اقول مالی انازع القرآن فانتھی الناس عن القراۃ مع رسول اللہ ﷺ فیما یجھر فیہ رسول اللہ ﷺ من الصلوات بالقراۃ حین سمعوا ذالک من رسول اللہ ﷺ (14)

حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک جہری نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قرأت کی ہے کہ تو ایک شخص نے عرض کی جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ میں نے قرأت کی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جبھی تو میں (اپنے دل میں) کہہ رہا تھا کہ میرے ساتھ قرأت قرآن میں منازعت کیوں ہو رہی ہے۔ اس ارشاد کے بعد جن نمازوں میں آپ ﷺ جہری قرأت کرتے صحابہؓ نے آپ ﷺ کے پیچھے قرأت کرنا چھوڑ دیا۔

اس حدیث کو امام ترمذی (م279ھ) کے علاوہ امام حمیدی (م129ھ) امام مالک (م179ھ) امام عبدالرزاق (م211ھ) امام احمد بن حنبل (م241ھ) امام بخاری (م 265ھ) امام ابن ماجہ (م 273ھ) امام ابو داؤ (م 285ھ) امام نسائی (م303ھ) امام ابوحاتم محمد بن حبان (م354ھ) اور امام بیہقی (م458ھ) نے اپنی اپنی کتب حدیث میں روایت کیا ہے لہذا اس حدیث کے صحیح ہونے میں کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی اس حدیث سے ثابت ہونے والے مسئلہ عدم قرأت خلف الامام میں شک لانا چاہیے۔

اس حدیث سے بڑے واضح انداز میں دو باتیں ثابت ہو رہی ہیں۔

اول: جہری نمازوں میں مقتدی کو امام کے پیچھے قرأت سے منع کیا گیا ہے اس لئے کہ اس حکم کے بعد صحابہؓ نے جہری نمازوں میں قرأت فاتحہ خلف الامام کو ترک کر دیا۔

دوم: اگر فاتحہ خلف الامام کی قرأت جہری اور سری دونوں نمازوں میں فرض اور رکن نماز ہوتی تو آپ ﷺ صحابہ کرامؓ کو ترک کرنے سے منع فرماتے۔

لہذا ثابت یہ ہوا کہ دعویٰ فرضیت قرأۃ فاتحہ خلف الامام درست نہیں۔ قائلین اس بارے میں یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث احناف کے بھی موافق نہیں کیوں کہ اس میں جہری نماز کا ذکر ہے۔ اس ضمن میں یہ عرض ہے کہ یہ حدیث ہمارے موافق ہے کیوں کہ یہاں جہری نمازوں میں اور دیگر احادیث میں سرّی نمازوں میں بھی قرأۃ فاتحہ خلف الامام سے منع کیا گیا ہے جیسا کہ پہلے احادیث نقل کی گئی ہیں۔ علاوہ ازیں یہ حدیث بھی اس سلسلہ کی ہے جسے امام عبدالرزاق نے مصنف میں ذکر فرمایا ہے، کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی تو ایک آدمی نے آپ ﷺ کے پیچھے قرأۃ کرنا شروع کی دوسرے آدمی نے اس کو منع کیا۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس شخص نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔

کنت اقرا و کان ھذا ینھانی فقال لہ رسول ﷺ من کان لہ امام فان قراۃ الامام لہ قراۃ (15)

یعنی میں نماز میں آپ کے پیچھے قرأۃ کر رہا تھا اور اس شخص نے مجھے روکا آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ جس کے لیے امام ہو تو پس امام کی قرأۃ مقتدی کی قرأۃ ہوگی۔

امام مالکؒ اسی حدیث کو اپنے مسلک کی دلیل ٹھہراتے ہوئے جہری نماز میں فاتحہ خلف الامام کو جائز نہیں سمجھتے۔

(7) اس حدیث کوامام بخاری نے روایت کیا ہے۔

حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب قال حدثنی ابو الزناد عن الاعرج عن ابی ھریرہؓ قال قال النبیﷺ انما جعل الامام لیؤتم به فاذا کبّر فکبّروا واذا رکع فارکعوا واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا ربنا ولک الحمد واذا سجد فاسجدوا (16)

حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بے شک امام اس لئے مقرر کیا جاتا ہے تاکہ اس کی اقتدا کی جائے۔ جب امام الله اکبر کہے تو تم بھی الله اکبر کہو۔ جب امام رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو۔ جب امام سمع الله لمن حمده کہے تو تم ربنا ولک الحمد کہو اور جب امام سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔

(8) یہ حدیث بھی صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے۔

انما جعل الامام لیؤ تم به فاذا کبّر فکبّروا واذا رکع فارکعوا واذا رفع فارفعوا واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا ربنا ولک الحمد واذا سجد فاسجدوا (17)

حضرت انس بن مالکؓ نے روایت کیا ہے۔ رسول اللهﷺ نے فرمایا بے شک امام اس لئے مقرر کیا جاتا ہے تاکہ اس کی اقتدا کی جائے۔ جب امام الله اکبر کہے تو تم بھی الله اکبر کہو۔ جب امام رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو۔ جب امام سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ جب امام سمع الله لمن حمده کہے تو تم ربنا ولک الحمد کہو اور جب امام سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔

ان دونوں احادیث میں حضورﷺ نے اپنے امت کو قیامت تک امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا طریقہ بتا دیا گیا اگر قرأۃ فاتحہ خلف الامام فرض اور رکن نماز ہوتی تو آپ ﷺ نے جب

ارکان نماز کو ترتیب سے بیان فرمایا تو آپ ﷺ واذا کبر فکبروا کے بعد یہ بھی فرما دیتے واذا قرء فاقرواء یعنی جب امام قرأت کرے تو تم بھی قرأت کرو لیکن اسے چھوڑ دیا گیا اس لئے کہ قرأۃ فاتحہ خلف الامام نہ فرض تھی اور نہ ہی رکن نماز لہذا تکبیر تحریمہ کے بعد فوراً رکوع کا ذکر کیا گیا ہے۔ لہذا واضح ہوا کہ مقتدی کی قرأت فاتحہ خلف الامام کا کوئی حکم نہیں۔

ہم اہل سنت حنفی قرأۃ فاتحہ خلف الامام کے قائل نہیں بلکہ امام کے پیچھے خاموش رہ کر قرأۃ سننے کے قائل ہیں اور سنتے ہیں اس لئے کہ حضور ﷺ نے ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا ہے۔ جیسے واذا قراء فانصتوا (جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو) ہمارا عمل اس پر ہے۔ قائلین کو بھی چاہیے کہ وہ اپنی قرأت پر حضورﷺ کی حدیث جس میں واذا قراء فاقرواء کے الفاظ ہوں تو وہ بیان کریں تاکہ عمل حدیث کے مطابق ہو سکے۔

(9) اس حدیث کو بھی امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

حدثنا موسیٰ بن اسماعیل قال حدثنا ھمام عن الاعلم و ھو زیاد عن الحسن عن ابی بکرہ انه انتھی الی النبی ﷺ وھو راکع فرکع قبل ان یصل الی الصف فذکر ذالک للنبی ﷺ فقال زادک الله حرصا ولا تعد(18)

حضرت ابوبکرہ سے روایت ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس پہنچے جب کہ آپ نماز میں رکوع کی حالت میں تھے تو انہوں نے صف تک پہنچنے سے قبل ہی رکوع کر لیا، رسول اللہ ﷺ کے پاس اس کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تیری حرص کو زیادہ کرے لیکن آئندہ ایسا نہ کرنا۔

اس حدیث کے پیش نظر کیا کوئی شخص یہ گمان کر سکتا ہے کہ ابوبکرہ کی نماز نہیں ہوئی اگرچہ آپ نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی تھی اور نہ ہی رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوبکرہ تمہاری نماز نہیں ہوئی اس لئے کہ تم نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی تھی اور نہ ہی رسول اکرم ﷺ نے فرمایا

اے ابوبکرہ تمہاری نماز نہیں ہوئی اس لئے کہ تم نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی جس کا پڑھنا مقتدی کیلئے فرض ہے لہذا تم دوبارہ پڑھو۔ جب ایسا نہیں ہے تو پھر مقتدی کے لئے سورۃ فاتحہ کا پڑھنا کس طرح فرض ہوا، لہذا قرأۃ فاتحہ خلف الامام کی فرضیت کا دعویٰ بے اصل اور بے دلیل قرار پائے گا۔

(10) اس حدیث کوامام ابوداؤد نے حضرت ابوھریرہؓ سے روایت کیا ہے۔

عن ابی ھریرۃؓ قال رسول اللہ ﷺ اذا جئتم الی الصلوٰۃ و نحن سجود فاسجدوا ولا تعدوھا شیأً ومن ادرک الرکعۃ فقد ادرک الصلوٰۃ (19)

حضرت ابوھریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب نماز کی طرف آؤ تو ہم سجدہ میں ہوں تم بھی سجدہ کرلو لیکن اس سجدہ کو نماز شمار نہ کرو اور جس نے امام کے ساتھ رکوع پالیا اس نے وہ رکعت پالی۔

(11) یہ حدیث امام ابن ابی شیبہؒ نے نقل کی ہے۔

حدثنا ابو بکر قال نا حفص عن ابن جریج عن نافع عن ابن عمر قال اذا جئت والامام راکع فوضعت یدیک علی رکبتیک قبل ان یرفع رأسہ فقد ادرکت (20)

حضرت نافع، حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو نماز میں اس وقت آئے کہ جب امام رکوع میں ہو تو اپنے ہاتھ گھٹنوں پر امام کے سر اٹھانے سے پہلے رکھ لے تو تو نے رکعت پالی۔

(12) یہ حدیث بھی امام ابن ابی شیبہؒ نے روایت کی ہے۔

حدثنا کثیر بن ھشام عن جعفر عن میمون قال اذا دخلت المسجد والقوم رکوع فکبّرت قبل ان یرفعوا رؤسھم فقد ادرکت الرکعۃ (21)

جعفر بن میمون سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے روایت فرمایا جب تو مسجد میں آئے اور لوگ رکوع کی حالت میں ہوں اور تو نے تکبیر کہہ کر اس سے قبل کہ لوگ اپنے سروں کو اٹھائیں رکوع کرلیا تو تو نے رکعت کو پالیا۔

(13) عبدالرزاق عن ابن جریج قال اخبرنی نافع عن ابن عمر قال اذا ادرکت الامام راکعا فرکعت قبل ان یرفع فقد ادرکت وان رفع قبل ان ترکع فقد فاتتک (22)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب تو نے امام کو رکوع کی حالت میں پایا تو تم نے امام کو سر اٹھانے سے قبل رکوع میں شمولیت کرلی تو تم نے رکعت پالی اور اگر رکوع میں شمولیت سے قبل امام نے سر اٹھالیا تو تیری رکعت فوت ہوگئی۔

(14) اس حدیث کوامام عبدالرزاق نے نقل کیا ہے۔

عبدالرزاق عن معمر عن الزھری عن ابی سلمۃ بن عبدالرحمن عن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول من ادرک رکعۃ من الصلوٰۃ فقد ادرک الصلوٰۃ (23)

حضرت ابوھریرۃؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس نے نماز میں رکوع پالیا تحقیق اس نے نماز پالی۔

یہاں رکعت بمعنی رکوع ہے۔ حدیث میں رکعت بمعنی رکوع استعمال ہوا ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت رفاعہ بن رافع الزرقی کی حدیث ہے۔

قال کنا یوما نصلی وراء النبی ﷺ فلما رفع رأسہ من الرکعۃ قال سمع اللہ لمن حمدہ قال رجل وراءہ ربنا ولک الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ

فلما انصرف قال من المتكلم قال انا قال رایت بضعة وثلاثین ملکا یبتدرونها ایهم یکتبها اول (24)

حضرت رفاعہ بن رافع بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم نبی اکرم ﷺ کے پیچھے نماز ادا کر رہے تھے جب نبی اکرم ﷺ نے رکوع سے سر اٹھایا تو کہا سمع اللہ لمن حمدہ آپ کے پیچھے ایک شخص نے کہا ربنا و لک الحمد حمداً کثیرا طیبا مبارکا فیہ نماز کی فراغت کے بعد آپ ﷺ نے پوچھا یہ جملہ کس نے کہا ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ میں نے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تیس سے زائد فرشتوں کو اس لیے دوڑتے ہوئے دیکھا کہ پہلے کون اس کا ثواب لکھے گا۔

اس حدیث میں رکعت کا لفظ رکوع کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

(15) اس حدیث کو امام بخاری کے شیوخ میں سے ایک شیخ حضرت عبدالرزاق نے روایت کیا ہے آپ فرماتے ہیں۔

عبدالرزاق عن عبدالرحمن بن زید بن اسلم عن ابیه قال نهی رسول الله ﷺ عن القرأة خلف الامام (25)

عبدالرحمٰن بن زید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قرأۃ خلف الامام سے منع فرمایا۔

اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے امام کے پیچھے قرأت سے خود منع فرمایا ہے۔

(16) اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے۔

حدثنا علی بن محمد ثنا وکیع عن اسرائیل عن ابی اسحاق عن الارقم بن شرحبیل عن ابن عباسؓ قال لما مرض رسول الله ﷺ مرضه الذی مات فیه کان فی بیت عائشة.... فقال مروا ابابکر فلیصل بالناس فقالت عائشة

یا رسول الله ان ابابکر رجل رقیق حصر و متی لا یرک یبکی والناس یبکون فلو امرت عمر یصلی بالناس فخرج ابوبکر فصلی بالناس فوجد رسول الله ﷺ من نفسه خفة فخرج یهادی بین رجلین و رجلاه تخطان فی الارض فلما راه الناس سبحوا بابی بکر فذهب لیستاخر فاومی الیه النبی ﷺ ای مکانک فجاء رسول الله ﷺ فجلس عن یمینه وقام ابو بکر وکان ابو بکر یاتم بالنبی ﷺ والنّاس یأتمون بابی بکر قال ابن عباس واخذ رسول الله ﷺ من القرأة من حیث کان بلغ ابو بکر قال وکیع وکذا السنة قال فمات رسول الله ﷺ فی مرضه ذالک (26)

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ مرض وصال میں مبتلا ہوئے تو آپ حضرت عائشہ کے گھر پر تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ابوبکرؓ کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، حضرت عائشہ صدیقہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ابوبکرؓ رقیق القلب ہیں اس لئے آپ ﷺ حضرت عمرؓ کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، الغرض حضرت ابوبکرؓ لوگوں کو نماز پڑھانے کے لئے تشریف لائے، نماز کے دوران آپ ﷺ نے اپنی طبیعت کو ہلکا پایا تو آپ ﷺ دو مردوں کے سہارے باہر تشریف لائے تو آپ ﷺ کے پاؤں مبارک گھسٹتے جاتے تھے۔ جب لوگوں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو ابوبکرؓ کو خبر دینے کے لئے سبحان اللہ کہا اور انہوں نے پیچھے ہٹنا چاہا لیکن آپ ﷺ نے ان کو ان کی جگہ پر رہنے کا اشارہ کیا، آپ ﷺ آئے اور حضرت ابوبکرؓ کے دائیں طرف بیٹھ گئے اور حضرت ابوبکرؓ کھڑے رہے۔ غرض کہ حضرت ابوبکر حضور ﷺ کی اقتداء کرتے رہے اور لوگ حضرت ابوبکرؓ کی حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اسی مقام پر قرأت شروع کی جہاں تک ابوبکرؓ پہنچے تھے۔

حضرت وکیعؒ نے کہا کہ سنت طریقہ یہی ہے۔ پس حضور ﷺ نے اس مرض میں وصال پایا۔
اس حدیث کی سند میں سات راوی ہیں۔ امام ابن ماجہ، علی بن محمد، وکیع، اسرائیل، ابواسحاق، ارقم بن شرحبیل اور عبداللہ بن عباسؓ یہ تمام راوی ثقہ اور صالح ہیں تفصیل کے لئے حاشیہ میں مذکور اسماء الرجال کی کتب دیکھی جاسکتی ہیں (27)
ان تمام راویوں کی کے متعلق ثقہ ہونے کا ثبوت اور تصدیق کتب مذکور موجود ہیں حسب ترتیب صفحات لکھ دیئے گئے ہیں، دیکھ کر اطمینان حاصل کیا جاسکتا ہے۔
ان راویوں کی تعدیل کی تحقیق کے بعد یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ یہ حدیث بالکل صحیح ہے، اس کے خلاف عمل جائز نہیں۔ اس حدیث پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ مصلیٰ پر تشریف فرما ہوئے اور بیٹھ کر نماز پڑھانی شروع کی تو آپ نے وہیں سے قراۃ شروع کی جہاں تک حضرت امام ابوبکر صدیقؓ قرأت کر چکے تھے۔ اصل عربی کے الفاظ یوں ہیں۔ "اخذ رسول اللہ من القراۃ من حیث کان بلغ ابو بکر صدیقؓ" امام طحاوی نے یہ الفاظ روایت کئے ہیں۔
فاستتم رسول اللہ ﷺ من حیث انتھی ابو بکرؓ من القرأۃ (28)
یعنی رسول اللہ ﷺ نے وہاں سے قرأت پوری کی جہاں تک حضرت ابوبکر صدیق قرأت کر چکے تھے۔ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ قائلین بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں۔
غور طلب بات یہ کہ اگر سورۃ فاتحہ کا پڑھنا مقتدی اور امام دونوں پر فرض قطعی ہے تو حضور ﷺ نے وہیں سے قرأت کیوں شروع کی جہاں سے حضرت ابوبکرؓ نے چھوڑ دی تھی۔ حضور ﷺ کو ابتداء سے سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہیے تھی (بموافق عمل اہل تو ہما)۔
آپ کے اس آخری عمل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرأت فاتحہ مقتدی اور امام (ثانی) پر فرض نہیں ہے بلکہ مقتدی کے لئے سکوت لازم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے

قرأت شروع فرمائی تو حضرت ابوبکرؓ نے قرأت چھوڑ دی، اگر مقتدی کے لئے سورۃ فاتحہ کا پڑھنا لازمی اور فرض ہوتا تو آپ ﷺ نے جو سورۃ فاتحہ باقی رہ گئی تھی ضرور پڑھتے۔ کیا کوئی دلیل ایسی مل سکتی ہے۔ جس سے یہ واضح ہو کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے باقی ماندہ سورۃ فاتحہ نبی اکرم ﷺ کے آنے پر پڑھ لی تھی نیز کیا اس ترک فاتحہ سے آپ کی نماز مکمل ہوئی یا ناقص۔ اس بارے میں قائلین کو چاہیے کہ وہ مانعین کو اعتماد میں لیں۔
جب حضور ﷺ کی آخری نمازوں میں سے ایک نماز اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کی نماز سورۃ فاتحہ مکمل یا اکثر حصہ کے نہ پڑھنے سے صحیح اور درست ہوگئی تو ہماری نمازیں عدم قرأت فاتحہ کی صورت میں برباد، ضائع، فاسد، ردی اور باطل کس طرح ہوں گی۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ ترک فاتحہ کا یہ عمل نبی اکرم ﷺ کا آخری عمل ہے۔ اس کی پیروی ہر امتی کے لئے لازمی اور ضروری ہے۔ امام بخاریؒ نے فرمایا۔
انما یو خذ بالآ خر فالآ خر من فعل النبی ﷺ (29)
حضور ﷺ کا جو عمل آخری ہوگا صرف وہی قابل عمل ہوگا لہذا آپ ﷺ کا آخری عمل یہی ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے فاتحہ کی قرأت نہیں کرنی ہوگی۔
اگرچہ اس مضمون کے متعلق اور بھی متعدد احادیث منقول ہیں لیکن یہاں یہ سولہ احادیث تحریر کر دی گئی ہیں۔ یہ احادیث صریحاً اس نظریہ کی تائید کرتی ہیں کہ امام کے پیچھے مقتدی کے لئے قرأۃ الفاتحہ ضروری نہیں بلکہ سکوت اور خاموشی ضروری ہے۔ ان سولہ احادیث جو قرأت الفاتحہ خلف الامام کی ممانعت کو ثابت کرتی ہیں کی موجودگی میں حضرت عبادہ بن الصامتؓ سے مروی احادیث سے قرأت الفاتحہ خلف الامام کو واجب قرار دینا کہاں تک درست ہے، قارئین خود اس سے نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں۔

عدم فرضیت قرأۃ الفاتحہ خلف الامام اور صحابہؓ کا عمل

رسول اللہ ﷺ کی احادیث (قول وفعل اور تقریر) کی مکمل ترجمانی اور سنت رسول ﷺ کا کما حقہ نمونہ صرف صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ ہی دکھا سکتے ہیں کیوں کہ حضور ﷺ نے انہی کے متعلق ارشاد فرمایا اصحابی کالنجوم فبا یهم اقتدیتم اهتدیتم (30)
میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں جس کی اقتداء کروگے، ہدایت پاؤگے۔ انہی کے راستے پر چلنے سے نجات آخروی میسر ہوگی۔ ما انا علیه واصحابی اس کا روشن ثبوت ہے۔(31)

خلفاء راشدین کی اتباع کا خصوصاً ہمیں حکم دیا گیا ہے۔

فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین (32)

تم پر میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے۔ کسی بھی مسئلہ کے حل کے لئے ہم سب کے نزدیک قرآن مجید اور احادیث رسول ﷺ کے بعد عمل صحابہؓ کو ہی سب سے زیادہ معتبر تسلیم کیا جاتا ہے۔ آئمہ فقہا کا بھی یہی معمول رہا ہے چنانچہ علامہ موفق الدین مکی (م 568ھ) نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کا یہ قول متعدد بار نقل فرمایا ہے۔

انی اخذ بکتاب الله اذا وجدته فما لم اجده فیه اخذت بسنة رسول الله ﷺ الصحاح عنه التی فشت فی ایدی الثقات فاذا لم اجد فی کتاب الله ولا فی سنة رسول الله ﷺ اخذت بقول اصحابه من شئت وادع قول من شئت وثم لا اخرج من قولهم الی غیر هم (33)

میں سب سے پہلے مسئلے کا حل قرآن مجید میں تلاش کرتا ہوں اور اگر وہاں نہ ملے تو سنت رسول اللہ ﷺ کی جانب رجوع کرتا ہوں، صحیح اور ثقہ روایات سے استفادہ کرتا ہوں اگر

مذکورہ مسئلہ ان دونوں میں نہ ملے تو اقوال صحابہؓ پر غور کرتا ہوں پھر ان میں سے کسی ایک قول کو لے لیتا ہوں اور ان کے اقوال سے باہر نہیں جاتا۔

علامہ عبدالوہاب الشعرانی (م 973ھ) نے بھی آپ کے اس قول کو نقل کیا ہے۔

انا نعمل اولا بکتاب الله ثم بسنة رسول الله ﷺ ثم باحادیث ابی بکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ وعلیؓ فی روایة آخری انا نا خذ اولا بالکتاب ثم بسنة ثم با قضیة الصحابه و نعمل بما یتفقون علیه (34)

یعنی ہم سب سے پہلے کتاب اللہ پھر رسول مقبول ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہیں اور اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ وحضرت عثمانؓ وحضرت علیؓ کی احادیث پر عمل کرتے ہیں۔

دوسری روایت میں یوں ہے کہ ہم سب سے پہلے کسی مسئلے کو کتاب اللہ سے پھر سنت رسول اللہ ﷺ سے حل کرتے ہیں پھر صحابہؓ کے فیصلوں کو دیکھتے ہیں۔ جس مسئلہ پر ان کا اتفاق ہو اس پر عمل کرتے ہیں۔

بہر حال مصادر اسلامی میں قرآن مجید اور حدیث رسول ﷺ کے بعد صحابہ کرامؓ کا عمل راجح قرار پاتا ہے لہذا زیر بحث مسئلہ کو اسی اصول کے تحت دیکھا جائے تو واضح ہوگا کہ قرأت فاتحہ خلف الامام سے نہ صرف رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا بلکہ خلفاء راشدینؓ اور دیگر فقیہ صحابہؓ نے بھی اسی کے مطابق عمل کیا۔ اس ضمن میں اولاً خلفاء راشدین کے عمل کو پیش کیا جاتا ہے۔

خلیفۃ الرسول حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ

حضرت ابوبکر صدیقؓ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ سفر وحضر میں ہمیشہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ رہے، رسول اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ میں مدینہ منورہ میں آپ مسند افتاء پر تشریف فرما ہوتے اور لوگوں کے مسائل شریعت مطہرہ کی روشنی میں حل فرماتے۔

رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک بار ایک عورت حاضر ہوئی، اس نے آپ سے کوئی سوال پوچھا اس کے بعد اس نے عرض کی یا رسول اللہ اگر میں پھر آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو کس کی طرف رخ کروں تو آپ نے فرمایا۔

" فان لم تجدینی فاتی ابا بکر " (35) اگر تو مجھے نہ پائے تو پھر ابوبکر کے پاس آجانا۔ احادیث میں آپ ﷺ نے نہ صرف خلافت کے حوالے سے بلکہ شخصیت کے حوالے سے بھی آپ کی اقتداء کرنے کا حکم فرمایا چنانچہ حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ آپ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوتے تھے، آپ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں کہ تم لوگوں کے درمیان میری کتنی زندگی باقی ہے لہذا تم ان دونوں کی اقتداء کرنا جو میرے بعد ہوں گے اور آپ نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی طرف اشارہ فرمایا۔ (36)

آپ نے آنحضور ﷺ کے مرض وصال میں سترہ نمازوں کی مسجد نبوی میں امامت فرمائی۔ (37)

قرأۃ فاتحہ خلف الامام کے بارے میں آپ کا کیا عمل تھا اس سے متعلق امام بخاری کے دادا استاد امام عبدالرزاق نے یہ روایت موسیٰ بن عقبہ سے اخذ کی ہے۔ فرماتے ہیں۔

ان رسول الله ﷺ و ابا بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کانوا ینهون عن القرأة خلف الامام (38)

بے شک رسول اللہ ﷺ و حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرماتے تھے۔

قائلین ہم سے پوچھتے ہیں کہ ممانعت فاتحہ خلف الامام کی کوئی روایت ہے تو دکھاؤ۔ پھر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس روایت کے راوی ثقہ ہوں۔ لیجئے اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں، امام عبدالرزاق کے متعلق امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ وہ علم کے خزانہ تھے۔ (39)

علامہ ابن حجر عسقلانی نے آپ کے متعلق لکھا ہے۔

عبدالرزاق بن همام الصنعانی ثقه حافظ (40) عبدالرزاق ثقہ حافظ ہیں۔

موسیٰ بن عقبہ کے متعلق بھی علماء اسماء الرجال نے ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا ہے۔

جیسے علامہ ذہبیؒ نے لکھا ہے۔ موسیٰ بن عقبه ثقه حجة من صغار التابعین (41)

صغار تابعین میں موسیٰ بن عقبہ قابل اعتماد اور حجت ہیں۔

تقریب میں ہے۔ موسیٰ بن عقبه ثقه، فقیه ، امام (42) موسیٰ بن عقبہ فقیہ ثقہ اور امام ہیں، تہذیب التہذیب میں ہے۔

موسیٰ بن عقبه فانه ثقة قال ابن سعد کان ثقه ثبتا کثیر الحدیث (43)

ابن سعد نے کہا کہ موسیٰ بن عقبہ کثیر الحدیث اور قابل اعتماد راوی تھے۔

کتب اسماء الرجال کے ان حوالہ جات سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ یہ حدیث ثقہ راویوں سے مروی ہے جس میں واضح طور پر منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین قرأۃ فاتحہ خلف الامام سے لوگوں کو منع فرماتے تھے۔

امیر المومنین حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ

حضرت عمر بن خطابؓ سابقون الاولون صحابہ کرامؓ میں سے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کی فضیلت میں بہت سی احادیث بیان فرمائیں جن میں سے بعض کا تعلق آپ کے علمی خصائص سے ہے۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا۔

لو کان نبی بعدی لکان عمر بن الخطاب

یعنی اگر میرے بعد نبوت جاری ہوتی تو عمر بن خطاب نبی ہوتے۔ ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا۔ ان الله جعل الحق علی لسان عمر و قلبه (44)

بے شک اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور دل پر حق جاری کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی کم وبیش اکیس آیات آپ کی رائے کے موافق نازل فرمائیں
اسی لئے آپ کو "الموافق رایه بالوحی والکتاب " کہا جاتا ہے۔یعنی آپ کی رائے
کے موافق وحی اور کتاب نازل ہوئی۔

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے بعد جن دو صحابہ کرام کی خصوصی اقتداء
کرنے کا حکم فرمایا ان میں سے دوسرے حضرت عمر فاروقؓ ہیں۔(45)

جامع ترمذی میں روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔

اقتدوا بالذین من بعدی من اصحابی ابی بکر و عمر (46)

میرے بعد میرے صحابہ میں ابوبکر اور عمر کی اقتداء کرنا۔

آپ کا شمار عہد رسالت کے مفتیان مدینہ میں بھی ہوتا ہے۔

قرأۃ خلف الامام کے بارے میں آپ کی کیا رائے تھی اس سے متعلق مصنف عبدالرزاق
میں ہے کہ آپ لوگوں کو قرأۃ خلف الامام سے منع فرماتے۔(47)

فاتحہ خلف الامام کے بارے میں حضرت عمر فاروقؓ کے عمل کا ذکر امام محمد بن حسن الشیبانیؒ
(م189ھ) نے موطا میں اس طرح فرمایا ہے۔

**قال محمد اخبرنا داود بن قیس الفراء اخبرنا محمد بن عجلان ان عمر
بن الخطاب قال لیت فی فم الذی یقراء خلف الامام حجرا (48)**

امام محمد بن حسنؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے داؤد بن قیس نے بیان کیا اور وہ فرماتے ہیں کہ
حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا کہ کاش امام کے پیچھے قرأت کرنے والے کے منہ میں پتھر ہوں۔
اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

آپ کے متعلق امام ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ وکان من اذکیاء العالم وہ اذکیاء عالم میں سے تھے۔
امام دارقطنی (م385ھ) نے آپ کے متعلق لکھا ہے من الثقات الحفاظ (49)

کہ یہ محدث ثقات میں سے ہیں ابن تغری (م874ھ) نے آپ کے متعلق روایت کیا ہے
کہ امام ابو یوسف کی وفات کے بعد علم کی ریاست آپ پر ختم ہوگئی، ابوعبید نے کہا کہ آپ
سے زیادہ میں نے کسی کو قرآن مجید کا عالم نہیں پایا۔اس کے علاوہ آپ فرماتے ہیں۔

وکان اماما فقیها محدثا مجتهدا ذکیا (50)

یعنی آپ امام فقیہ، محدث عصر، مجتہد اور ذکی تھے۔

اس حدیث کے دوسرے راوی داؤد بن قیس ہیں۔ یہ بھی صالح الحدیث، حافظ اور ثقہ تھے۔
تفصیل کے لئے تقریب التہذیب، تہذیب التہذیب اور خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال کا
مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔(51)

محمد بن عجلان اس حدیث کے تیسرے راوی ہیں۔آپ بھی صادق، عابد، فقیہ ممتاز،
حافظ حدیث اور پیشوائے حدیث تھے۔آپ کا شمار بھی ثقہ راویوں میں ہوتا ہے۔تفصیل
کے لئے یہ کتب اسماء الرجال دیکھی جاسکتی ہیں۔سنن الکبریٰ للبیہقی، تذکرہ الحافظ للذھبی،
تقریب التہذیب لابن حجر اور تہذیب التہذیب لابن حجر۔(52)

احوال الرجال کے اس جائزے سے ثابت ہوتا ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور
ان کی یہ روایت قابل قبول ہے۔

امیر المومنین سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ

بچوں میں سب سے پہلے آپؓ نے اسلام قبول کیا۔اس وقت آپ کی عمر دس برس تھی، آپؓ
بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہمیشہ رہے۔داماد ہونے کے ناطے سے آپ آنحضور ﷺ کی
گھریلو اور باہر کی زندگی سے وابستہ رہے۔صحابہ کرامؓ میں آپ کا علمی مقام ومرتبہ بہت بلند تھا۔
آپ اپنے بارے میں خود فرماتے ہیں۔

قرآن مجید کی کوئی آیت ایسی نہیں جس کے بارے میں مجھے یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کس بارے میں نازل ہوئی کہاں نازل ہوئی اور کس طرح نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ احسان ہے کہ اس نے مجھے قلب سلیم، عقل و شعور اور زبان گویا عطا فرمائی۔ (53)

حضرت عبداللہ سے مروی ہے کہ آپ اہل مدینہ میں علم قضاء کے سب سے بڑے عالم تھے۔

صحیح مسلم میں روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔

انا تارک فیکم ثقلین اولهما کتاب الله .... واهل بیتی ۔(54)

میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، ان میں سے ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور دوسری میری اہل بیت ہے۔ (اہل بیت نسبی سے مراد آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس ہیں)

قرأۃ خلف الامام سے متعلق آپ کا مستند قول یہ ہے کہ آپ نے اس عمل کو خلاف فطرت قرار دیا چنانچہ مصنف عبدالرزاق میں ہے۔

عبدالرزاق عن داود بن قیس عن محمد بن عجلان قال قال علی من قرأ مع الامام فلیس علی الفطرة (55) امام عبدالرزاق داؤد بن قیس سے روایت کرتے ہیں اور وہ محمد بن عجلان سے روایت ہیں اور فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی وہ فطرت یعنی اسلام کے طریقے پر نہیں ہے۔ اس روایت کے بھی تین راوی عبدالرزاق، داؤد بن قیس اور محمد بن عجلان ہیں اور یہ تینوں راوی ثقہ ہیں۔ لہذا ان کی روایت بھی قابل قبول ہے۔

خلفاء ثلاثہؓ کے اقوال کے بعد چند اور جلیل القدر صحابہ کرامؓ کے ارشادات بھی پیش کئے جاتے ہیں تا کہ قرأت فاتحہ خلف الامام کے بارے حضور اکرم ﷺ کے ارشادات اور عمل کی مزید وضاحت ہو سکے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ

آپ حضرت عمر فاروقؓ کے صاحبزادے ہیں، آپ کے بارے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔

"ارى عبد الله رجلا صالحا" (56) یعنی میں عبداللہ ابن عمر کو صالح آدمی پاتا ہوں۔

قرأت فاتحہ خلف الامام کے متعلق آپ کا یہ قول امام مالکؒ نے کا یوں نقل کیا ہے۔

حدثنی یحیی عن مالک عن نافع ان عبدالله بن عمر کان اذا سئل هل یقرأ احد خلف الامام قال اذا صلی احد کم خلف الامام فحسبه قراة الامام واذا صلی وحده فلیقرأ قال وکان عبدالله بن عمر لا یقرأ خلف الامام (57)

حضرت امام مالکؒ حضرت نافع سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے جب یہ سوال کیا جاتا تھا کہ سورۃ فاتحہ امام کے پیچھے کوئی نمازی پڑھ سکتا ہے تو اس کے جواب میں فرماتے کہ جب کوئی شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأۃ ہی اس کے لئے کافی ہے۔ البتہ جب کوئی اکیلا نماز پڑھے تو اسے سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہیے۔

یہ روایت بھی صحیح ہے۔ اس کے راوی بھی ثقہ ہیں۔ سب سے پہلے امام مالک ہیں جنہوں نے اس قول کو نقل کیا۔ آپ کے ثقہ ہونے میں کس کو کلام ہو سکتا ہے؟ امام بخاری نے آپ کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ اصح الا سانید کلها مالک عن نافع عن ابن عمر (58) یعنی امام مالک کی صحیح ترین سند یہ ہے۔ مالک عن نافع بن عمر، اس سے قوی سند کہاں ملتی ہے۔ یہ روایت بھی اسی سند سے مروی ہے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں کہ آپ کے حجت اور صحیح الراویۃ ہونے پر آپ کی دیانت و عدالت اور اتباع سنت پر تمام آئمہ حدیث کا اتفاق ہے۔ (59)

علامہ ابن حجر عسقلانی آپ کے متعلق لکھتے ہیں۔ راس المتقین و کبیر المثبتین (60)۔ یعنی آپ متقین کے سردار اور بہت بڑے قابل اعتماد شخص تھے۔ امام ذہبی نے حضرت نافع

کے ترجمہ میں بھی اس سند کو صحیح ترین قرار دیا ہے۔(61) بہر حال اس روایت میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بڑی صراحت سے فرمایا ہے کہ نمازی امام کے پیچھے قرأۃ فاتحہ نہ کرے البتہ انفرادی حالت میں ضرور پڑھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے آغاز اسلام کے وقت اسلام قبول کیا، روایات کے مطابق آپ نے چھٹے نمبر پر اسلام قبول کیا۔ آپ اپنے اسلام قبول کرنے کا واقعہ خود یوں روایت کرتے ہیں کہ ایک روز مکہ مکرمہ کے نواح میں رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ ان کے پاس سے گزرے اور میں اس وقت عقبہ بن ابی معیط کے مویشی چرا رہا تھا جب آپ میرے پاس پہنچے تو آپ نے کہا اولڑکے کیا تمہارے پاس ہمارے پینے کے لئے دودھ ہوگا تو میں نے کہا میرے پاس یہ اونٹ کسی کی امانت ہیں لہذا میں ان کا دودھ نہیں پلا سکتا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کیا تمہارے پاس کوئی جوان اونٹنی ہے جس نے کسی اونٹ سے جفتی نہ کی ہو میں نے عرض کی ہاں۔ پھر آپ اس اونٹنی کے پاس گئے اس کے تھن پر اپنا دست مبارک پھیرا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی جس پر اونٹنی کا تھن دودھ سے بھر گیا پھر انہوں نے دودھ نوش فرمایا، اس کے بعد آپ نے تھن کو اپنی اصل حالت پر آنے کو کہا جس پر تھن سکڑ گیا۔ یہ دیکھ کر میں نے عرض کیا مجھے یہ کلمات سکھا دیجئے۔ آپ نے فرمایا:-

فانک غلیم معلم (62) بے شک تم تعلیم یافتہ لڑکے ہو۔

رسول اللہ ﷺ کے ان کلمات سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی فقاہت اور مسائل کو سمجھنے کی صلاحیت کا اظہار ہوتا ہے، قبولیت اسلام کے بعد آپ نے دین کو کتنا اور کس حد تک سمجھا، اس کا اظہار رسول اکرم ﷺ کی اس حدیث مبارکہ سے ہوتا ہے جسے حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے روایت کیا، فرمایا گیا۔

دیگر صحابہ کرامؓ کی طرح اس عظیم فقیہ صحابی کا قرأۃ خلف الامام کے بارے عدم قرأۃ فاتحہ خلف الامام کا نظریہ تھا۔

چنانچہ امام ابن ابی شیبہؒ اور دیگر محدثین نے آپ کی اس روایت کو نقل کیا ہے۔

حدثنا ابو الاحوص عن منصور عن ابی وائل قال جاء رجل الی عبدااللہ بن مسعود فقال اقروأ خلف الامام فقال له عبدالله ان فی الصلوة شغلا و سیکفیک ذاک الامام (69)

امام ابوبکر بن ابی شیبہؒ کہتے ہیں کہ ہم سے ابوالاحوص نے روایت بیان کی اور انہوں نے منصور اور انہوں نے ابووائل سے وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے سوال کیا کہ کیا میں امام کے پیچھے قرأت کر سکتا ہوں؟ تو عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا نماز میں دلی توجہ درکار ہے۔ پس تجھ کو امام کی قرأۃ کافی ہے۔

اس روایت کے چار راوی ہیں اور سب ثقہ ہیں۔

اول: امام ابوبکر بن ابی شیبہؒ: امام ذہبی نے آپ کے متعلق فرمایا کہ آپ فن حدیث میں بے مثال اور بے عدیل حافظ حدیث اور صدوق ہیں(70)

ابن حجر کہتے ہیں کہ ابن ابی شیبہ حافظ اور ثقہ تھے۔(71)

دوم: ابوالاحوص: ان کا مکمل نام سلام بن سلیم ہے۔ آپ کے متعلق بھی علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔ آپ ممتاز حافظ حدیث اور ثقہ ہیں۔(72)

سوم: منصور بن معتمر: آپ بھی تمام محدثین کے نزدیک متفقہ طور پر ثقہ تھے، چنانچہ آپ کے متعلق علامہ ذہبی کا یہ قول ہے کہ آپ ممتاز حافظ حدیث وحجت اور بلند پایہ عالم تھے۔ ابن مہدی کے نزدیک کوفہ میں آپ سے بڑھ کر کوئی حافظ نہ تھا۔(73) ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ منصور ثقه و ثبت و کان لا یدلس (74) منصور قابل اعتماد ثقہ راوی ہیں

دیگر صحابہ کرامؓ کی طرح اس عظیم فقیہ صحابی کا قرأۃ خلف الامام کے بارے عدم قرأۃ فاتحہ خلف الامام کا نظریہ تھا۔

چنانچہ امام ابن ابی شیبہؒ اور دیگر محدثین نے آپ کی اس روایت کو نقل کیا ہے۔

حدثنا ابو الاحوص عن منصور عن ابی وائل قال جاء رجل الی عبداللہ بن مسعود فقال اقرأ خلف الامام فقال له عبدالله ان فی الصلوة شغلا و سیکفیک ذاک الامام (69)

امام ابوبکر بن ابی شیبہؒ کہتے ہیں کہ ہم سے ابوالاحوص نے روایت بیان کی اور انہوں نے منصور اور انہوں نے ابووائل سے وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے سوال کیا کہ کیا میں امام کے پیچھے قرأت کر سکتا ہوں؟ تو عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا نماز میں دلی توجہ درکار ہے۔ پس تجھ کو امام کی قرأۃ کافی ہے۔

اس روایت کے چار رواوی ہیں اور سب ثقہ ہیں۔

اول: امام ابوبکر بن ابی شیبہؒ: امام ذھبی نے آپ کے متعلق فرمایا کہ آپ فن حدیث میں بے مثال اور بے عدیل حافظ حدیث اور صدوق ہیں (70)

ابن حجر کہتے ہیں کہ ابن ابی شیبہ حافظ اور ثقہ تھے۔ (71)

دوم: ابوالاحوص: ان کا مکمل نام سلام بن سلیم ہے۔ آپ کے متعلق بھی علامہ ذھبی لکھتے ہیں۔ آپ ممتاز حافظ حدیث اور ثقہ ہیں۔ (72)

سوم: منصور بن معتمر: آپ بھی تمام محدثین کے نزدیک متفقہ طور پر ثقہ تھے، چنانچہ آپ کے متعلق علامہ ذھبی کا یہ قول ہے کہ آپ ممتاز حافظ حدیث و حجت اور بلند پایہ عالم تھے۔ ابن مہدی کے نزدیک کوفہ میں آپ سے بڑھ کر کوئی حافظ نہ تھا۔ (73) ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ منصور ثقه و ثبت و کان لا یدلس (74) منصور قابل اعتماد ثقہ راوی ہیں

اور تدلیس نہیں کرتے، ابوحاتم نے بھی آپ کو ثقہ قرار دیا ہے (75) علامہ صفی الدین خزرجی (م923ھ) نے آپ کے متعلق لکھا ہے۔

احد اعلام المشاهیر قال ابو حاتم متقن لا یخلط ولا یدلس قال العجلی ثقه ثبت (76) منصور بلند پایہ علماء میں سے ایک ہیں ابوحاتم نے کہا کہ آپ متقی تھے، حدیث میں غلط (یعنی اپنی طرف سے الفاظ ملانا) اور تدلیس نہیں کرتے تھے۔ عجلیؒ نے کہا کہ آپ با اعتماد ثقہ تھے۔

چہارم: ابووائل شقیق بن سلمہؒ: آپ کے متعلق علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے۔ ابووائل شقیق بن سلمہؒ ثقہ یعنی آپ ثقہ ہیں (77) علامہ ابن حجر نے ابووائل کے متعلق دیگر محدثین کے اقوال بھی نقل کئے ہیں چنانچہ ابن معین، امام وکیع، ابن سعد اور ابن حبان نے ابووائل کو ثقہ کہا ہے، ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ ابووائل کے ثقہ ہونے پر اجماع ہے۔ (78)

اس روایت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرأت فاتحہ خلف الامام کی کوئی گنجائش نہیں خواہ نماز سرّی ہو یا جہری مقتدی کے لئے نماز میں سورۃ فاتحہ یا کسی اور سورۃ کی قرأۃ جائز نہیں۔ یہ خیال کہ یہاں سورۃ فاتحہ کا ذکر نہیں صحیح نہیں کیوں کہ جب یہاں مطلقاً قرأۃ کی نفی کی گئی ہے تو لازماً مقیدکی بھی نفی ہوگی کیوں کہ یہ مسلمہ اصول ہے کہ عام کی نفی خاص کی نفی کو مستلزم ہے۔ اس روایت کے علاوہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے دیگر آثار، موطا امام محمد اور سنن الکبریٰ للبیہقی میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔ (79)

حضرت جابر بن عبداللہؓ

حضرت جابر بن عبداللہؓ کا شمار بھی فقیہ جلیل القدر صحابہ کرامؓ میں ہوتا ہے۔ امام ترمذی نے سورۃ فاتحہ خلف الامام کے متعلق آپؓ کا یہ قول نقل کیا ہے۔

حدثنا اسحاق بن موسیٰ الانصاری نا معن نا مالک عن ابی نعیم وهب بن کیسان انه سمع جابر بن عبدالله یقول من صلی رکعة لم یقرأ فیها بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام هذا حدیث حسن صحیح (80)

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ ہم سے اسحاق بن موسیٰ نے ان سے معن نے ان سے مالک نے ان سے ابونعیم نے وھب بن کیسان نے روایت کیا کہ انہوں نے جابر بن عبداللہؓ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ جوکوئی نماز پڑھے اور سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس نے نماز نہ پڑھی مگر یہ کہ وہ شخص امام کے پیچھے ہو۔

اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔جس کی تصدیق وتوثیق امام ترمذی نے هذا حدیث حسن صحیح ۔(یہ حدیث حسن اور صحیح ہے) فرما کردی ہے۔اس روایت کو امام مالکؒ نے موطا میں بھی نقل کیا ہے۔امام شافعیؒ موطا امام مالک کے متعلق فرماتے ہیں۔

اصح الکتاب بعد کتاب الله موطا امام مالک ۔قرآن مجید کے بعد صحیح ترین کتاب موطا امام مالک ہے۔شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (م 1176ھ) (برصغیر پاک وہند کے تمام علماء اہل سنت اور اہل حدیث کے استاذ حدیث ہیں) موطا کے متعلق مزید لکھتے ہیں کہ امام مالک اور ان کے موافقین کی رائے کے مطابق موطا کی تمام احادیث صحیح ہیں اور دوسرے محدثین کی رائے کے موافق اس کی کوئی مرسل اور منقطع حدیث ایسی نہیں کہ دیگر طرق سے اس کی سند متصل نہ ہوئی ہو۔پس اس کی وجہ سے موطا کی تمام احادیث صحیح ہیں۔(81)

حضرت زید بن ثابتؓ

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں فرائض (علم الوراثت) کو سب سے زیادہ جاننے والے زید بن ثابتؓ ہیں ۔آپ عہد رسالت میں بھی فتویٰ دیتے۔آپ نے صرف 17 دنوں میں عبرانی یا سریانی زبان سیکھی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نہ صرف اپنے عہد خلافت میں آپ سے مشورہ لیتے بلکہ آپ نے تدوین قرآن کی اہم ذمہ داری بھی آپ ہی کے سپرد کی تھی۔

حضرت سلیمان بن یسارؒ (م 104ھ) سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علیؓ قضا،فتویٰ اور فرائض میں حضرت زید بن ثابتؓ پر کسی کو مقدم نہیں کرتے اور آپ قضاء وفتویٰ کے رئیس تھے۔حضرت عمر فاروقؓ ہر سفر میں آپ کو اپنا نائب مقرر فرماتے۔

حضرت مسور سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا علم چھ اشخاص تک منتہی ہوتا ہے،ان میں سے ایک حضرت زید بن ثابت ہیں۔(82)

قرأۃ خلف الامام سے متعلق آپ کی رائے کو امام مسلمؒ نے یوں روایت کیا ہے،فرماتے ہیں۔

حدثنا یحیی بن یحیی بن ایوب وقتیبه بن سعید و ابن حجر قال یحیی بن یحیی انا وقال الا خرون نا اسماعیل و هو ابن جعفر بن یزید بن خصیفه عن ابی قسیط عن عطاء بن یسار انه اخبره انه سال زید بن ثابت عن القرأة مع الامام فقال لا قرأة مع الامام فی شئی (83)

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ہم سے یحییٰ بن یحییٰ بن ایوب وقتیبہ بن سعید اور ابن حجر نے ، یحییٰ بن یحییٰ نے کہا کہ ہم سے حدیث بیان کی اور دوسروں نے کہا کہ ہم سے حدیث بیان کی ، اسماعیل بن جعفر بن یزید بن خصیفہ نے ان سے ابن قسیط نے اور ان سے عطاء بن یسار نے روایت کیا ، انہوں نے زید بن ثابت سے کہ امام کے ساتھ قرأۃ کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں سوال کیا۔آپ نے فرمایا امام کے ساتھ نماز میں قرأۃ نہیں کی جاسکتی۔

یہ روایت بھی صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

امام ابو جعفر طحاوی نے ایک اور روایت میں نقل کی ہے جس میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ، جابر بن عبداللہؓ، زید بن ثابتؓ کے قول کو نقل کیا گیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

حدثنا یونس قال ثنا ابن وهب قال اخبر نی حیوة بن شریح عن بکر بن عمرو و عن عبید الله بن مقسم انه سال عبدالله بن عمرؓ و زید بن ثابتؓ و جابر بن عبداللہؓ فقالوا لا تقرؤا خلف الامام فی شئی من الصلوات (84)

عبیداللہ بن مقسم بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ، زید بن ثابتؓ اور جابر بن عبداللہؓ نے قرأت خلف الامام کے متعلق پوچھا ان سے سب نے یہی جواب دیا کہ امام کے پیچھے کسی نماز میں قرأت نہ کرو۔

یہ احادیث وآثار مشتے نمونہ از خروارے کے مصداق ہیں وگرنہ بہت سی ایسی احادیث وآثار کتب احادیث میں موجود ہیں۔ جن میں مقتدی کے لئے امام کے پیچھے قرأۃ فاتحہ کی ممانعت کا ذکر موجود ہے۔ امام ابو جعفر طحاوی نے شرح معانی الآثار میں بھی کثیر احادیث و آثار ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے۔ یہ صرف چند صحابہؓ کے اقوال نہیں بلکہ عدم قرأۃ فاتحہ خلف الامام پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے۔ فقد اجمعوا علی ترک القراۃ خلف الامام (85) یعنی امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے پر صحابہ کا اجماع ہے۔

غیر مقلدین کی طرف سے ایک سوال چیلنج کے طور پر پیش کیا جاتا ہے جس کی تفصیل یوں ہے کہ اس مسئلہ میں اہل حدیث کے ذمہ ہے کہ وہ ثابت کریں کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھو جس کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور احناف کے ذمہ یہ ہے کہ وہ خاص لفظ فاتحہ یا الحمد دکھائیں یعنی کہ امام کے پیچھے الحمد نہ پڑھو یا الحمد پڑھے بغیر نماز صحیح ہے ہر دو فریق کو خاص لفظ فاتحہ دکھانا ہوگا لفظ قرأۃ کا نہیں، ثبوت قرآن شریف اور حدیث صحیح مرفوع، متصل صحاح ستہ و ما وافق بہا سے ہر فریق کو پیش کرنا ہوگی۔ (86)

غیر مقلدین کا یہ شرط لگانا کہ احناف خاص لفظ فاتحہ یا الحمد کا دکھائیں یہ مطالبہ عقل ونقل کے خلاف ہے جب کہ احادیث رسول اکرم ﷺ میں سورۃ فاتحہ کے اور بھی متعدد نام منقول ہیں تو پھر خاص فاتحہ کے نام کا مطالبہ کس خوف کی بناء پر کیا جاتا ہے، کیا غیر مقلد یہ دکھائیں گے کہ سورۃ فاتحہ کا نام صرف فاتحہ یا الحمد ہی ہے اور کوئی نہیں؟

کیا خاص لفظ فاتحہ کا مطالبہ عدم وجوب فاتحہ خلف الامام کے لئے قرآن وحدیث صحیح مرفوع متصل صحاح ستہ و ما وافق بہا سے ثابت ہے؟ اگر قرأۃ یا ام القرآن یا ام الکتاب کے الفاظ سے عدم وجوب فاتحہ خلف الامام کا ثبوت میسر نہیں ہوتا تو پھر یہ بتائیں کہ اگر کسی مسلمان نے یہ کہا کہ اگر اللہ کی قسم میں نے آج سوتے وقت خاص سورۃ فاتحہ ضرور پڑھوں گا اگر وہ ام القرآن یا ام الکتاب کی قرأت کر کے سو گیا تو کیا وہ حانث ہوگا یا نہیں۔ ایسے ہی اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ اگر میں نے آج سوتے وقت خاص سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو میری بیوی کو طلاق۔ تو یہ شخص ام القرآن یا ام الکتاب کی قرأت کر کے سو گیا تو آیا اس قرأت سے اس کی طلاق واقع ہوگی یا نہیں۔

یہ جو کہا گیا ہے کہ لفظ قرأۃ نہیں دکھانا نہیں ہوگا یہ پابندی کیوں اور کس لئے۔ کیا یہ بھی قرآن و حدیث صحیح مرفوع متصل صحاح ستہ و ما وافق بہا سے ثابت ہے کہ لفظ قرأۃ کا مصداق سورۃ فاتحہ نہیں ہو سکتی جس کی شرط غیر مقلد ہم پر لگا رہے ہیں۔ جب سورۃ فاتحہ پر قرأۃ کا لفظ حدیث سے ثابت ہے تو پھر انکار کرنے اور شرط لگانے کی کیا حاجت رہی۔ جب احادیث صحیحہ سے عام قرأت کی نفی ثابت ہے تو خاص سورۃ فاتحہ کی نفی کیوں ثابت نہیں ہوگی۔ فافہم وتدبر

حدیث حضرت عبادہ بن الصامتؓ کی توضیح

قائلین (اہل حدیث) قرأۃ فاتحہ خلف الامام کے نزدیک قرأۃ فاتحہ کی سب سے قوی وصحیح اور لاجواب دلیل حدیث عبادہ بن الصامتؓ ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔ عن عبادہ بن الصامتؓ ان رسول اللہ ﷺ قال لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب۔(87)

حضرت عبادہ بن الصامتؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں ہوتی۔

قائلین فاتحہ خلف الامام کے نزدیک اس حدیث میں لفظ من استعمال ہوا ہے جو عمومیت کا فائدہ دیتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مـن عام ہے۔ اس میں ہر نمازی داخل ہے خواہ وہ امام ہو یا مقتدی یا منفرد ان سب کے لئے سورۃ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے اور اس کے بغیر نماز فاسد، برباد، ضائع، ردی اور باطل ہوتی ہے۔

علماء اہل سنت اس ضمن میں یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر چہ اس حدیث کو محدثین نے صحیح لکھا ہے لیکن صحیح ہونے کے باوجود قائلین کا دعویٰ اس سے ثابت نہیں ہوتا کیوں کہ ان کا مدعا فرضیت قرأۃ فاتحہ خلف الامام ہے اور فرضیت دلیل قطعی کے بغیر ہرگز ثابت نہیں ہوتی اور قطعی دلیل میں نص قرآنی قطعی الدلالت، حدیث متواتر اور اجماع امت شامل ہے۔

حدیث عبادہ بن الصامتؓ اگر چہ صحیح ہے لیکن یہ متواتر نہیں خبر واحد ہے اور خبر واحد ظن کا فائدہ دیتی ہے نہ کہ قطعی حکم کا۔

دوسری بات یہ کہ اس حدیث میں صراحتہً قرأۃ مقتدی کا کوئی ذکر نہیں اور نہ ہی اس میں کوئی ایسا لفظ ہے جس کا معنی خلف الامام کے ہوں محض کلمہ من کے عموم سے استدلال صحیح نہیں لہذا مقتدی کے لئے قرأۃ سورۃ فاتحہ کی فرضیت کے لئے قطعی دلیل کی ضرورت ہے۔ مبہمات سے اس کا ثبوت نہیں دیا جاسکتا۔

عربی میں کلمہ من کا استعمال عمومیت کے لئے ہی نہیں ہوتا بلکہ عمومیت کے علاوہ شرط و استفہام وموصول موصوف اور خصوص کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے لہذا جیسا موقع محل ہو اس کے موافق استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید اور احادیث رسول اللہ ﷺ کی بیشتر مثالیں موجود ہیں۔ اس ضمن میں علامہ حسام الدین محمد بن محمد بن عمرؒ (م644ھ) کی الحسامی، علامہ صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعودؒ (م747ھ) کی التلویح، علامہ سعد الدین تفتازانیؒ (م792ھ) کی التوضیح، علامہ جلال الدین سیوطیؒ (م911ھ) کی الاتقان جلد اول اور علامہ احمد جیون (م1130ھ) کی نور الانوار کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

قائلین (اہل حدیث) فاتحہ بزعم خود حدیث عبادہ کے کلمہ من کی عمومیت سے نص قرآنی " وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا " جو حدیث کے مطابق خاص مقتدی کے حق میں نازل ہوئی ہے، کی تخصیص خبر واحد سے کرتے ہیں لیکن خبر واحد کے عموم کی تخصیص کتاب اللہ سے کیوں نہیں کرتے جب کہ اس کی تائید میں احادیث صحیحہ موجود ہیں جو خاص مقتدی کے حق میں وارد ہوئی ہیں جیسے مصنف عبد الرزاق میں روایت ہے۔

من كان له امام فان قرأة الامام له قرأة

یعنی جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو تو امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت ہے۔

قائلین فاتحہ کے نزدیک اگر اس حدیث سے قرأۃ فاتحہ مقتدی پر فرض ہے جس کا اس حدیث میں ذکر تک نہیں تو جس کا ذکر ہے اس کو سورۃ فاتحہ کے ساتھ کیوں نہیں ملایا جاتا؟ یعنی دیگر سورۃ یا چند آیات جن کو امام صاحب پڑھتے ہیں ان کا پڑھنا بھی مقتدی کے لئے فرض کیوں نہیں؟ جب کہ احادیث صحیحہ میں ان کے پڑھنے کا بھی حکم ہے۔

ذیل میں تین احادیث اس کے ثبوت میں پیش کی جارہی ہیں۔ جس سے یہ بات واضح ہوگی کہ نمازی کے لئے سورۃ فاتحہ کے ساتھ دوسری کسی سورۃ یا چند آیات کا پڑھنا بھی ضروری ہے۔

(1) سنن ابی داؤد و سنن نسائی میں روایت ہے۔

عن عبادہ بن الصامتؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب فصا عدا ۔ اسناد صحیح (88)

حضرت عبادہ بن الصامتؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ کچھ زیادہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں۔

(2) سنن ابی داؤد میں ہے۔

عن ابی سعید خدریؓ قال امرنا ان نقرأ بفاتحۃ الکتاب وما تیسر ۔ اسناد صحیح (89)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ جو آسان ہو قرآن سے پڑھیں۔

(3) عن ابی ھریرۃ قال امرنی رسول اللہ ﷺ ان انادی انہ لا صلوٰۃ الا بقرأۃ فاتحۃ الکتاب فما زاد (90)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں لوگوں کو کہوں کہ نماز جائز نہیں ہوتی بغیر سورۃ فاتحہ اور کچھ زیادہ یعنی اور سورۃ کے سوا۔

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازی کے لئے سورۃ فاتحہ اور سورۃ فاتحہ کے علاوہ کوئی اور سورۃ یا چند آیات پڑھنا ضروری ہیں۔

یہ بھی واضح اور روشن ہے کہ نمازی دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک منفرد یعنی تنہا نماز پڑھنے والا اور دوسرا مقتدی یعنی امام کے پیچھے نماز پڑھنے والا۔ اہل سنت و جماعت کے نزدیک ان احادیث کا مصداق منفرد نمازی یا امام ہے کیوں کہ امام کی حیثیت بھی منفرد کی سی ہوتی ہے اور یہ دونوں بالذات نمازی ہیں کسی کے تابع نہیں۔ جب کہ مقتدی امام کے تابع ہے یہی وجہ ہے کہ امام کی نماز میں اگر کسی غلطی کی وجہ سے فساد آجائے تو مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے۔

ایسا نہیں ہوتا کہ مقتدی کی نماز میں فساد آنے کی وجہ سے امام کی نماز بھی فاسد ہو جائے۔

مقتدی کے لئے تو حکم خداوندی ہے۔ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا (91)

جب قرآن پڑھا جائے تو خوب کان لگا کر خاموشی سے سنو۔ اہل سنت اس نص قطعی پر عمل کرتے ہوئے امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ اور دوسری کوئی سورۃ وغیرہ پڑھنا جائز نہیں سمجھتے اور غیر مقلد (وہابی) سورۃ فاتحہ کو امام کے پیچھے پڑھنا فرض جانتے ہیں اس لئے حدیث عبادہ بن الصامتؓ میں وہ کلمہ مَنْ ہے جو عمومیت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جس کی عمومیت سے فاتحہ خلف الامام کی فرضیت ثابت ہو رہی ہے لیکن غیر مقلد نجدیوں کو غور کرنا چاہیے کہ حدیث عبادہ بن الصامتؓ میں کلمہ مَنْ کی عمومیت کی بناء پر فاتحہ خلف الامام کی فرضیت ثابت ہوتی ہے تو یہی کلمہ من سنن ابی داؤد اور سنن نسائی کی حدیث میں بھی موجود ہے جس میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ کوئی سورۃ وغیرہ پڑھنے کا بھی ارشاد موجود ہے، اس کے پڑھنے کو بھی فرض کہنا چاہیے تھا صرف فاتحہ خلف الامام کو ہی فرض کیوں تسلیم کیا گیا۔ سورۃ فاتحہ کے ساتھ دوسری کوئی سورۃ کلمہ من کی عمومیت میں کیوں شامل نہیں کی گئی؟ اس کی وضاحت نص قطعی سے مبرھن و مدلل ہونی چاہیے؟

حدیث عبادہ بن الصامتؓ کے متعلق اہل سنت کا یہ نظریہ ہے کہ یہ حدیث منفرد نمازی کے لئے ہے۔ یہ وہ نظریہ ہے کہ جس کے امام شافعیؒ اور امام بخاریؒ کے اساتذہ بھی قائل تھے۔

چنانچہ سنن ابی داؤد میں ہے کہ حضرت سفیان بن عیینہ (م 198ھ، امام شافعیؒ کے استاد) فرماتے ہیں کہ یہ حدیث لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحہ الکتاب اس شخص کے لئے (لمن یصلی وحدہ) جو تنہا نماز پڑھتا ہو یعنی یہ حدیث مقتدی کے حق میں نہیں کیونکہ وہ امام کے تابع ہو کر نماز پڑھتا ہے۔ (92)

امام بخاریؒ کے استاد محترم حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ:-

معنی قول النبی ﷺ لاصلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحہ الکتاب اذا کان وحدہ۔

اس حدیث کے معنی ہیں کہ سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ یہ حدیث مقتدی کے حق میں نہیں بلکہ اس نمازی کے لئے ہے جو اکیلا نماز پڑھتا ہو۔ امام احمد بن حنبلؒ نے اس حدیث کو حضرت جابرؓ کی حدیث سے اخذ کیا ہے (یہ حدیث پہلے ذکر کی جا چکی ہے) حضرت جابرؓ کا شمار اکابرین صحابہؓ میں سے ہوتا ہے اور انہوں نے اس حدیث کا مطلب بیان فرمایا ہے کہ اگر امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو تو اس مقتدی کے لئے سورۃ فاتحہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔
اس وضاحت کے بعد اہل سنت و جماعت کا نظریہ روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کیوں کہ حدیث عبادہ بن الصامتؓ صرف اس نمازی کے لئے ہے جو بالذات نمازی ہو یعنی منفرد اور امام ہو اور کسی نمازی کے لئے نہیں۔

آخر میں پھر ایک پہلو جو قابل توجہ اور لائق فہم ہے، عرض کر دینا مناسب سمجھتا ہوں وہ یہ حضور ﷺ نے اپنی امت کو اپنی آخری عمر شریف میں وصیت فرمائی کہ تم پر خلفاء راشدین کے طریقہ پر چلنا ضروری ہے۔

چنانچہ حضرت عرباضؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے ایک روز ہمیں نماز پڑھائی پھر آپ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور نہایت ہی بلیغ وعظ فرمایا جس سے ہمارے آنسو جاری ہو گئے اور دل ڈر گئے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ شاید یہ الوداعی واعظ ہے لہذا ہمیں کچھ وصیت فرما دیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا۔ اوصیکم بتقوی اللہ والسمع والطاعۃ وان کان عبدا حبشیا فانہ من یعش منکم بعدی فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ (93)

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے ڈرنے اور حاکم کی بات سننے اور اس کے حکم کی تعمیل کرنے کی وصیت فرماتا ہوں اگرچہ وہ حاکم غلام حبشی ہی کیوں نہ ہو پس جو شخص

میرے بعد زندہ رہے گا پس یقیناً وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا لہذا تم میری اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو مضبوطی سے پکڑو مزید تاکید فرمایا جیسے دانتوں سے شئی مضبوط پکڑی جاتی ہے۔

یوں ہی رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین کی سنت کو عملاً مضبوطی سے پکڑو اور جو رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین کی سنت کے خلاف ہو اس سے اجتناب کرو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی تلخیص الحبیر میں یہ حدیث نقل کی ہے۔

علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی (94)

علاوہ ازیں ابن ماجہ، ترمذی، ابن حبان، الحاکم، احمد میں بھی یہ حدیث موجود ہے اور بزار نے اسے صحیح فرمایا ہے۔

نیز حضور پر نور سید عالم ﷺ نے شیخین کے بارے میں حکم فرمایا ہے کہ اقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر و عمر (95) یعنی میرے بعد ابوبکرؓ اور عمرؓ کی پیروی کرنا۔

ان احادیث کے پیش نظر ہم پر خلفاء راشدین کی پیروی کرنا لازمی اور ضروری ہے۔ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جن کا ذکر عنوان عمل صحابہؓ کے تحت کر دیا گیا ہے۔ وہاں دیکھ لیں کہ خلفاء راشدین قرأت فاتحہ خلف الامام کے قائل اور فاعل نہیں تھے۔ ان کی سنت اور طریقہ ترک فاتحہ خلف الامام ہی تھا اور قرآن حکیم و حضور پر نور سید عالم ﷺ کے قول و فعل اور تقریر کو بہتر سمجھنے والا ان خلفاء راشدین کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔ اصحابؓ میں سے سب سے زیادہ قرب رسول اللہ ﷺ انہی کو حاصل رہا۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ (م 561ھ) معروف بزرگ اور سلسلہ قادریہ کے بانی ہیں، دنیا میں ایک کثیر تعداد کے لوگ آپ کے سلسلہ سے منسلک ہیں، آپ نہ صرف تصوف کے

امام تھے بلکہ آپ کو علوم منقولہ ومعقولہ میں بھی کمال حاصل تھا،آپ نے متعدد کتب تصنیف کیں جن میں غنیۃ الطالبین کو نمایاں مقام حاصل ہے،اس کتاب میں آپ نے مقتدی کو امام کے پیچھے امام کی قرأۃ انتہائی توجہ سے سننے کا حکم اس طرح دیا ہے۔

وکذالک ان کان ماموما ینصت الی قرأۃ الامام و یفهمها و یتعظ بمواعظها و زواجرها یعتقد امتثال اوامرها والانتها عن نواهیها (96)

اسی طرح نمازی اگر مقتدی ہے تو وہ خاموش ہو کر امام کی قرأت سنے، سمجھے اور اس کے پند و نصائح وجھڑک وغیرہ سے نصیحت کرے اس کے اوامر پر عمل کرے اور نواہی سے باز رہنے کا پختہ ارادہ کرے۔

علامہ تقی الدین ابن تیمیہؒ

قائلین علامہ شیخ ابوالعباس تقی الدین ابن تیمیہ (م728ھ) کے زبردست عقیدت مند ہیں اوران کے علم واجتہاد پر انہیں بہت زیادہ اعتماد ہے۔ چنانچہ علامہ عبدالحی داماد علامہ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی محدثین کے علم کا موازنہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام اعظمؒ سے اصحاب صحاح ستہ کا علم سو بلکہ ہزار بلکہ لاکھ درجے زیادہ تھا۔(97) آگے لکھتے ہیں کہ ہم قسم کھا کر کہہ سکتے ہیں کہ شیخ ابن تیمیہ حرانی کا علم امام اعظم سے بلکہ فقہاء مجتہدین سے ہزار درجہ زیادہ ہے۔(98)

اب اتنے بڑے عالم اور محدث کا قرأۃ خلف الامام کے متعلق فیصلہ سنیے۔

قرأت فاتحہ خلف الامام کے بارے آپ نے فقہاء کے تین اقوال نقل کئے ہیں۔

(1) عدم القرأۃ الفاتحہ خلف الامام۔

(2) قرأۃ الفاتحہ خلف الامام کرنا۔

(3) اگر مقتدی امام کی قرأت سن رہا ہو تو اس کا قرأۃ فاتحہ نہ کرنا۔اس لئے کہ امام کی قرأت سننا مقتدی کی اپنی قرأت سے بہتر و افضل ہے۔اگر وہ امام کی قرأت نہ سن رہا ہو تو وہ قرأۃ فاتحہ کرے کیوں کہ قرأت کرنا سکوت سے افضل ہے۔

آپ نے فرمایا تیسرا قول اکثر سلف کا ہے یہ جمہور علماء جیسے مالک، احمد بن حنبل اور ان کے جمہور اصحاب، اصحاب شافعی کی ایک جماعت اور ابوحنیفہ کا موقف ہے۔امام شافعی کا قدیم قول بھی یہی تھا اور محمد بن حسن شیبانی کا بھی یہی قول ہے۔

یہ تین اقوال نقل کرنے کے بعد امام ابن تیمیہ نے لکھا۔

و قول الجمهور هو الصحیح (99)

یعنی جمہور کا قول ہی صحیح ہے۔اس کے بعد آپ نے اس قول کی تائید میں متعدد دلائل بیان کئے ہیں۔

آپ نے قرأۃ الفاتحہ خلف الامام کے قائلین کے بارے میں یہ بھی تحریر کیا۔

والذین او جبوا القرأۃ فی الجهر احتجوا بالحدیث الذی فی السنن عن عبادۃ ان النبی ﷺ قال اذا کنتم ورائی فلا تقرئوا الا بفاتحۃ الکتاب فانه لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بها وهذا الحدیث معلل عند آئمۃ الحدیث بامور کثیرہ ضعفه احمد وغیرہ من الائمه .(100)

وہ لوگ جو اعلانیہ قرأت والی نماز میں قرأۃ مقتدی کے لئے واجب قرار دیتے ہیں انہوں نے جس حدیث سے دلیل پکڑی ہے وہ حضرت عبادہ کی روایت ہے جسے سنن میں روایت کیا گیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میرے پیچھے ہو تو صرف سورۃ فاتحہ پڑھو اس لئے کہ اس شخص کی نماز نہیں جس نے اسے نہ پڑھا۔

یہ حدیث آئمہ حدیث کے نزدیک کئی وجوہ کی بنا پر معلل ہے اسے امام احمد اور دیگر کئی آئمہ نے بھی ضعیف قرار دیا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ کا قرأۃ خلف الامام کے بارے میں یہ بھی فیصلہ ہے جس میں آپ نے فرمایا۔

فللنزاع من الطرفين لكن الذين ينهون عن القراة خلف الامام جمهور السلف والخلف ومعهم الكتاب والسنة الصحيحه والذين او جبو ها على الماموم فحد يثهم ضعفه الا ئمه (101)

مسئلہ زیر بحث نزاع تو طرفین سے ہے لیکن جو لوگ امام کے پیچھے قرأت منع کرتے ہیں وہ جمہور سلف وخلف ہیں اور ان کے ہاتھ میں کتاب اللہ اور سنت صحیحہ ہیں اور جو لوگ امام کے مقتدی کے لئے قرأت کو واجب قرار دیتے ہیں، ان کی حدیث کو آئمہ حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے۔

گزارشات

اس کتاب میں مختصر اور جامع انداز میں قائلین کے اہم دلائل کا جواب دینے کے ساتھ ساتھ قرآن مجید اور احادیث رسول اللہ ﷺ سے وہ اہم دلائل بھی دیے گئے ہیں۔ جن سے قرأت فاتحہ خلف الامام کی نفی ثابت ہوتی ہے۔ اب آخر میں قائلین کے سامنے چند گزارشات پیش کی جاتی ہیں تاکہ وہ اپنے خیالات کی طرف غور خوص کریں۔ قائلین کے نزدیک قرأت خلف الامام کے متعلق تین نظریات ہیں۔

اول: قرأۃ الفاتحہ خلف الامام فرض اور رکن نماز ہے۔

دوم: قرأۃ الفاتحہ خلف الامام کے بغیر مقتدی کی نماز برباد، ردی اور باطل ہے۔

سوم: اکثر صحابہ کرامؓ قرأۃ الفاتحہ خلف الامام کے قائل اور فاعل تھے۔

ان نظریات کے پیش نظر گذارشات یہ ہیں۔

(1) قائلین جن آیات سے قرأۃ الفاتحہ خلف الامام کی فرضیت ثابت کرتے ہیں وہ یہ ہیں۔

(i) وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيفَةً وَّدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ (الاعراف:205)

اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی کے ساتھ، خوف کے ساتھ اور زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ صبح وشام یاد کیا کرو۔

(ii) وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرَىٰ (بنی اسرائیل:15)

اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔

(iii) وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا (طٰہٰ:124)

اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بے شک اس کے لئے تنگ زندگانی ہے۔

(iv) وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ (سورۃ النجم:39)

اور یہ کہ آدمی اپنی کوشش سے ہی پائے گا۔

(v) فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ (المزمل:20)

قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہوا تنا پڑھو۔

ان آیات کے متعلق قائلین کا یہ نظریہ ہے کہ یہ آیات قرآنی قرأۃ الفاتحہ خلف الامام کی فرضیت کے لئے منصوص شدہ (نازل شدہ) ہیں۔

اگر یہ دعویٰ صحیح ہے تو آیات کی تعداد کے مطابق پانچ احادیث صحیحہ مرفوعہ، متصلہ، بلا اختلاف محدثین پیش کریں۔

(2) وہ احادیث جن سے قرأۃ افاتحہ خلف الامام کی فرضیت اور رکنیت نماز کا استدلال لیا جاتا ہے، کیا وہ احادیث بالاتفاق محدثین کے نزدیک احادیث متواترہ اور قطعی الدلالت ہیں اور ان کے تمام راوی محدثین کے نزدیک بالاتفاق ثقہ ہیں یا ان میں ثقہ اور غیر ثقہ ہونے کا محدثین میں اختلاف ہے ان کی الگ الگ نشاندہی کی جائے۔

(3) قرأۃ فاتحہ خلف الامام کی فرضیت کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا کوئی ایسا حکم واضح کیا جائے جو صحیح، مرفوع اور متصل حدیث سے ثابت ہو اور جس میں آپ ﷺ نے یہ بیان فرمایا ہو کہ جب امام فاتحہ کی قرأت شروع کرے تو مقتدی بھی ساتھ ہی سورۃ فاتحہ پڑھنا شروع کر دے اور جب امام دیگر سورۃ یا کسی اور مقام سے قرآن مجید پڑھنے لگے تو مقتدی سنے۔ حدیث صحیح اور مرفوع ہو نیز محدثین کے نزدیک اس کی صحت متفقہ ہو۔

(4) قرأۃ فاتحہ خلف الامام کے بغیر مقتدی کی نماز برباد، فاسد، ردی، نامقبول اور باطل ہوتی ہے لیکن اس کی بھی وضاحت ضروری ہے کہ صحابہ کرامؓ اور آئمہ مجتہدین جو فاتحہ خلف الامام کے قائل نہیں تھے اور لوگوں کو اس سے منع کرتے رہے ان کے متعلق ہمیں کیا عقیدہ رکھنا ہوگا؟ جب کہ وہ اس رکن نماز سے لوگوں کو منع کرتے رہے۔

(5) قرأۃ فاتحہ خلف الامام اگر دیگر ارکان (جیسے قیام و رکوع اور سجدہ) کی طرح فرض اور رکن ہیں تو دیگر ارکان تو نص قطعی سے ثابت ہیں تو قرأۃ فاتحہ خلف الامام کی فرضیت اور رکنیت کے اثبات کے لئے بھی نص قطعی کا ہونا ضروری ہے جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت ہو۔ (یعنی قرآن حکیم سے ایسی دلیل ہو جس کے مفہوم میں اختلاف نہ ہو)

(6) قرأۃ فاتحہ خلف الامام کے بغیر اگر نماز برباد، فاسد، ردی، نامقبول اور باطل ہوتی ہے تو کیا صحابہ کرامؓ جو سب سے زیادہ قرآن و حدیث کو سمجھنے والے تھے کیا انہوں نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے کہ مقتدی کی نماز قرأۃ فاتحہ خلف الامام کے بغیر نماز برباد، فاسد، ردی، نامقبول اور باطل ہوتی ہے۔ یہ الفاظ اگر صحابہ کرامؓ کی زبان سے صادر ہوئے ہیں تو حوالہ دے کر ممنون فرمائیں۔

(نوٹ) لاصلوٰۃ اور خداج میں یہ مفہوم ہرگز نہیں پایا جاتا اور نہ ہی فاتحہ خلف الامام کا اس میں ذکر ہے۔

(7) کتب اہل حدیث (غیر مقلدین) میں یہ بات تسلیم کی گئی ہے کہ قرأۃ فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے درمیان مختلف فیہ رہا ہے جیسا کہ علامہ عبدالرحمٰن مبارک پوری نے لکھا ہے کہ اکثر صحابہؓ اور اکثر تابعین امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کے قائل اور فاعل تھے۔ (102)

حوالہ کے پیش نظر گزارش ہے کہ صحابہ کرامؓ کے درمیان قرأۃ فاتحہ خلف الامام کے بارے میں جو اختلاف تھا وہ کس نوعیت کا تھا۔ آیا جو صحابہ کرامؓ قرأۃ فاتحہ خلف الامام کے قائل اور فاعل نہیں تھے وہ کس امر کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے فرض اور رکن نماز کو ترک کرتے رہے۔ کیا ان کے سامنے لاصلوٰۃ اور خداج والی حدیث نہیں تھی جب کہ وہ پانچوں وقت آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔

(8) بقول علامہ مبارک پوری اکثر صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کے قائل و فاعل تھے۔ اس سے یہ واضح ہوا کہ اکثر صحابہ کرامؓ یعنی نصف سے زیادہ فاتحہ خلف الامام پڑھنے کے قائل و فاعل تھے اور نصف سے کم قرأۃ فاتحہ خلف الامام پڑھنے کے قائل و فاعل نہیں تھے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ صحابہ کرامؓ جو قرأۃ فاتحہ خلف الامام کے قائل اور فاعل نہیں تھے۔ آیا ان کی وہ نمازیں جو رسول اللہ ﷺ کے پیچھے پڑھتے رہے یا خلفاء راشدین کے پیچھے پڑھیں برباد، فاسد، ردی، نامقبول و باطل ہوئیں یا نہیں؟ مثبت اور منفی پہلوؤں پر روشنی درکار ہے لیکن یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ صحابہ کرامؓ کی تعداد سوا لاکھ یا ڈیڑھ لاکھ کے قریب بیان کی گئی ہے۔ اس حساب سے بقول علامہ مبارک پوری ساٹھ یا ستر ہزار صحابہ کرامؓ ایسے ہوں گے جو امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کے قائل اور فاعل نہیں تھے لہٰذا ان کی نمازوں کا فیصلہ مسلمانوں کو ضرور سنایا جائے۔

(9) قرأۃ فاتحہ خلف الامام کے متعلق قائلین کے نزدیک حضور اکرم ﷺ کا حکم عام ہے اور بقول ان کے آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ قرأۃ فاتحہ خلف الامام کے بغیر نماز فاسد، ردی، نامقبول اور باطل ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود نصف سے کم ساٹھ ہزار یا ستر ہزار صحابہ کرامؓ قرأۃ فاتحہ خلف الامام یعنی الحمد نہیں پڑھتے تھے۔ اب سوال یہ کہ اتنی بڑی کثیر تعداد جو صحابہ کرامؓ کی تھی انہوں نے اپنی نمازوں کو برباد، فاسد، ردی، نامقبول اور باطل ہونے سے کیوں نہیں بچایا اور کیوں نہ انہوں نے براہ راست رسول اکرم ﷺ سے اس اختلاف کا ذکر کرکے اسے ختم کرنے کی کوشش کی اور نہ ہی خالق کائنات نے وحی نازل فرما کر اپنے رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی کہ میرے رسول تیرے اکثر اصحاب کی نمازیں فاسد، برباد، ردی، نامقبول اور باطل ہو رہی ہیں۔

نتیجۃ البحث: ان مباحث پر تحقیق کرنے سے یہ ثابت ہوا۔

(1) سورۃ الاعراف کی آیت استماع میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو قرآن مجید کی قرأت کو خاموشی سے اور کان لگا کر سننے کا حکم فرمایا۔ لہٰذا سامع کو یہ اجازت نہیں کہ وہ سماعت قرآن کے دوران خود قرآ مجید کی قرأت کرے خواہ نماز میں ہو یا خارج از نماز۔

(2) رسول اکرم ﷺ نے بڑی صراحت کے ساتھ اپنی احادیث مبارکہ میں امام کی قرأت کو مقتدی کی قرأت قرار دیا لہٰذا مقتدی کے لئے جائز نہیں کہ دوران نماز امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ یا قرآن حکیم کے کسی حصے کی تلاوت کرے۔

(3) قرآن وحدیث کو سب سے زیادہ سمجھنے والے خلفاء راشدینؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ نے بھی مقتدی کی قرأت کو نہ صرف خلاف فطرت قرار دیا بلکہ ایسا کرنے سے لوگوں کو منع فرمایا۔

(4) رسول اکرم ﷺ کے مرض الوصال میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مسجد نبوی میں جو امامت فرمائی اس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جہاں اپنی قرأت روکی، اسی مقام سے رسول اکرم ﷺ نے اپنی قرأت کا آغاز فرمایا۔ اگر سورۃ فاتحہ کی قرأت رکن نماز ہوتی تو آپ ﷺ اپنی قرأت کا آغاز سورۃ الفاتحہ سے ہی فرماتے۔ رسول اکرم ﷺ کا قرأۃ الفاتحہ خلف الامام کے حوالے سے یہ آخری عمل قابل ترجیح ہے۔

(5) وہ احادیث جن میں قرأت فاتحہ کا حکم ہے اس کے مطابق قرأۃ الفاتحہ صرف امام اور منفرد نمازی کے لئے واجب ہے نہ کہ مقتدی کے لئے۔

(6) کسی امر کا شرعاً فرض ثابت ہونا قطعی الثبوت وقطعی الدلالت اور حدیث متواتر سے ضروری ہے۔ خبر واحد سے کسی امر کا شرعاً فرض ثابت کرنا درست نہیں ہے۔

(7) رسول اکرم ﷺ کی امامت میں نماز پڑھنے والے صحابہ قرأۃ الفاتحہ نہیں کرتے تھے لہٰذا آپ کے ارشاد " صلوا کما رأیتمونی اصلی " کے مطابق ہمیں بھی مقتدی ہونے کی صورت میں امام کی قرأۃ پر اکتفاء کرنا ہوگا اور امام کے پیچھے خود قرأت نہیں کرنی چاہیے۔

حواشی باب دوم

(1) امام احمد، المسند، دارصادر، (ت۔ن)، بیروت، 339/3۔

(2) شمس الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن ابی عمر محمد بن احمد ابن قدامہ المقدسی، الشرح الکبیر للمقنع، دارالکتاب العربی، 1972ء، بیروت لبنان، 11/2۔

محمد حنیف گنگوہی، غایۃ السعایہ، المکتبۃ الاشرفیہ، (ت۔ن)، لاہور، 232/3۔

(3) امام ابن ابی شیبہ، المصنف، (کتاب الصلوات، من کرہ القرآن خلف الامام)، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، 1987ء، کراچی، 377/1۔

(4) امام نسائی، سنن نسائی، (کتاب الافتتاح، باب تاویل قولہ عزوجل واذا قری القرآن، حدیث نمبر 922)، 112/1۔

امام نسائی کے علاوہ اس حدیث کو امام ابوداؤد نے اپنی سنن کی کتاب الصلوات، باب الامام یصلی من قعود، حدیث نمبر 603، 89/1 میں، امام ابن ماجہ نے سنن ابن ماجہ کے ابواب اقامۃ الصلوات، باب اذا قرأ الامام فانصتوا، حدیث نمبر 846 ص:61 میں، امام دارقطنی نے اپنی سنن دارقطنی میں کتاب الصلوۃ، باب ذکر قولہ ﷺ من کان لہ امام فقراۃ الامام لہ قراۃ، حدیث نمبر 11، 329/2، امام بیہقی نے سنن الکبریٰ کی کتاب الصلوۃ، باب من کان یترک الماموم القراۃ الخ 156/2 اور امام احمد بن حنبل نے المسند میں 420/2 پر بھی روایت کیا ہے۔

(5) امام مسلم، الجامع الصحیح، (کتاب الصلوۃ، باب التشہد فی الصلوۃ، حدیث نمبر 905)، مطبع علیمی، 1348ھ، دہلی، 174/1۔

(6) علامہ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، دارالنشر الکتب الاسلامیہ، 1981ء، لاہور، 242/2۔

(7) عبدالعظیم منذری، مختصر سنن ابی داؤد، (کتاب الصلوۃ، باب الامام یصلی من قعود، حدیث نمبر 575)، المکتبۃ الاثریہ، 1979ء، سانگلہ ہل، 313/1۔

(8) ابوعبداللہ محمد ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، اسلامک پبلشنگ ہاؤس، 1981ء، لاہور، 89,121,145,216/1، 250/1، 241/2۔

علامہ ابن حجر عسقلانی، تقریب التہذیب، دارالنشر الکتب الاسلامیہ، 1985ء، لاہور، ص: 111,133,311۔

(9) امام ابوداؤد، سنن ابی داؤد، (کتاب الصلوۃ، باب الامام یصلی من قعود، حدیث نمبر 604)، 89/1۔

(10) عبدالعظیم منذری، مختصر سنن ابی داؤد، 313/1۔

(11) امام احمد، المسند، 451/1۔

ابوجعفر طحاوی، شرح معانی الآثار، (کتاب الصلوۃ، باب القراۃ خلف الامام)، سعید کمپنی، 1970ء، کراچی، 149/1۔

نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی، مجمع الزوائد، (کتاب الصلوۃ، باب القراۃ فی الصلوۃ، (حدیث نمبر 2640)، دارالکتب العلمیہ، 2001ء، بیروت، 232/2۔

(12) علامہ محمد سرفراز صفدر، احسن الکلام، 292/1۔

حافظ نورالدین الہیثمی، مجمع الزوائد، (کتاب الصلوۃ، باب القراۃ فی الصلوۃ، حدیث نمبر 2640)، 232/2۔

(13) ابوجعفر طحاوی، شرح معانی الآثار، 150/1۔

(14) امام ترمذی، جامع ترمذی، (باب الصلوۃ، باب ماجاء فی ترک القراۃ، حدیث نمبر 312)، 62/1۔

امام عبداللہ الحمیدی، المسند، (حدیث نمبر 953)، المکتبۃ السلفیہ، (ت۔ن)، مدینہ منورہ، 423/2۔

امام مالک، موطا، (کتاب الصلوۃ، باب ترک القراۃ خلف الامام، حدیث نمبر 82/10/3)، میر محمد کتب خانہ، (ت۔ن)، کراچی، ص 69۔

امام عبدالرزاق، المصنف، (کتاب الصلوۃ، باب القراۃ خلف الامام، حدیث نمبر 2795)، منشورات المجلس العلمی، 1970ء، بیروت، 135/2۔

امام احمد بن حنبل، المسند، 240,284/2۔

امام بخاری، الجزالقرأة خلف الامام، حدیث نمبر 64، المکتبۃ السلفیہ، (ت۔ن)، لاہور، ص:36۔

امام ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، (ابواب اقامۃ الصلوات، باب اذا قرأ الامام، (حدیث نمبر 847)، ص:61۔

امام ابوداؤد، سنن ابی داود، (کتاب الصلوٰۃ، باب من رای القرأة اذالم یجہر، حدیث نمبر 826)، 120/1۔

امام نسائی، سنن نسائی، (کتاب الافتتاح، باب ترک القرأة خلف الامام، حدیث نمبر 920)، 111/1۔

علاؤالدین علی، ابن حبان، صحیح ابن حبان، (کتاب الصلوٰۃ، ذکر البیان بان ہذا الکلام الاخیر فانتہی الناس عن القرأة، حدیث نمبر 1848)، المکتبۃ الاثریہ، (ت۔ن)، سانگلہ ہل، 163/4۔

امام بیہقی، کتاب القرأة، (حدیث نمبر 317)، ص:139۔

امام نورالدین الہیثمی، مجمع الزوائد، (کتاب الصلوٰۃ، باب القرأة فی الصلوٰۃ، حدیث نمبر 2639)، 232/2۔

(15) امام عبدالرزاق، المصنف، (حدیث نمبر 2797)، 136/2۔

(16) امام بخاری، الجامع الصحیح، (کتاب الاذان، باب ایجاب التکبیر وافتتاح الصلوٰۃ، حدیث نمبر 737)، 101/1۔

(17) ایضاً، حدیث نمبر 732۔

(18) ایضاً، (کتاب الصلوٰۃ، باب اذا رکع دون الصف، حدیث نمبر 783)، 108/1۔

(19) امام ابوداؤد، سنن ابی داود، کتاب الصلوٰۃ، باب الرجل یدرک الامام، ساجداً کیف یصنع، حدیث نمبر 893)، 129/1۔

(20) امام ابن ابی شیبہ، المصنف، (کتاب الصلوٰۃ، باب من قال اذا ادرکت الامام وھو راکعا)، 243/1۔

(21) ایضاً، 244/1۔

(22) امام عبدالرزاق، المصنف، (کتاب الصلوٰۃ، باب من ادرک رکعۃ، حدیث نمبر 3361)، 279/2۔

(23) ایضاً، (حدیث نمبر 3369)، 281/2۔

(24) امام بخاری، الجامع الصحیح، (کتاب الاذان، باب فضل اللھم ربنا ولک الحمد، حدیث نمبر 799)، 110/1۔

(25) امام عبدالرزاق، المصنف، (ابواب القرأة، باب القرأة خلف الامام، حدیث نمبر 2810)، 139/2۔

(26) امام ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، (ابواب اقامۃ الصلوات والسنۃ فیہا، باب ماجاء فی صلوٰۃ رسول اللہ ﷺ فی مرضہ، حدیث نمبر 1235)، ص:87۔

امام احمد، المسند، 232/1۔

امام دارقطنی، سنن دارقطنی، (کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ المریض جالساً، حدیث نمبر 5)، 398/1۔

(27) امام شمس الدین ذہبی، تذکرۃ الحفاظ اردو، 106,179,238/1، 449/2۔

ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب، 198,262/1، 123/11۔

ابن حجر عسقلانی، تقریب التہذیب، ص:26,248,369۔

(28) امام طحاوی، شرح معانی الآثار، باب صلوٰۃ الصحیح خلف المریض، 277/1۔

(29) امام بخاری، الجامع الصحیح، (کتاب الاذان، باب انما جعل الامام لیوتم بہ، حدیث نمبر 689)، 96/1۔

(30) ولی الدین تبریزی، مشکوٰۃ المصابیح، (باب مناقب الصحابہ، الفصل الثالث)، اصح المطابع، 1368ھ، کراچی، ص:554۔

(31) امام محمد بن احمد قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، 160/4، 130/12۔

(32) امام ترمذی، جامع الترمذی، (ابواب العلم، باب الاخذ بالسنۃ واجتناب البدعۃ، حدیث نمبر 2676)، 92/2۔

امام ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، باب اتباع سنت رسول ﷺ، ص:5۔

(33) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، (نمبر 7297) المکتبۃ السلفیہ، (ت۔ن)، المدینۃ المنورۃ، 368/13۔

ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب، (نمبر 817)، 451/10۔

موفق الدین مکی، مناقب ابی حنیفہ، دار الکتب العربیہ، 1988ء، بیروت، 80/1۔

(34) عبدالوہاب بن احمد الشعرانی، المیزان الکبریٰ، دار الفکر، (1995ء)، بیروت، ص:45۔

(35) امام بخاری، الجامع الصحیح، (کتاب فضائل اصحاب النبی، باب فضل ابی بکر بعد النبی، حدیث نمبر 3659)، 516/1۔

امام مسلم، الجامع الصحیح، (کتاب فضائل الصحابہ، باب من فضائل ابی بکر، حدیث نمبر 6179)، 273/2۔

(36) امام ترمذی، جامع الترمذی، (ابواب المناقب، باب مناقب ابی بکر صدیق، حدیث نمبر 3663)، 209/2۔

(37) محمد بن سعد البصری، الطبقات الکبریٰ، ترجمہ، علامہ عبداللہ العمادی، دار الاشاعت، 2003ء، کراچی، 45/2۔

(38) امام عبدالرزاق، المصنف، (حدیث نمبر 2810)، 139/2۔

(39) امام ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، 279/2۔

(40) ابن حجر عسقلانی، تقریب التہذیب، ص:212۔

ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب، 314/6۔

(41) امام شمس الدین ذہبی، میزان الاعتدال فی نقد الرجال، (نمبر 8897)، المکتبۃ الاثریہ، 1963ء، سانگلہ ہل، 214/4۔

(42) علامہ ابن حجر عسقلانی، تقریب التہذیب، ص:352۔

(43) علامہ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب، 361/10۔

(44) امام ترمذی، جامع الترمذی، (ابواب المناقب، باب مناقب ابی حفص وباب ان اللہ جعل علی لسان عمر، نمبر 3686,3682) 211/2۔

امام احمد، المسند، 154/4۔

(45) امام ترمذی، جامع الترمذی، (ابواب المناقب، باب مناقب ابی بکر، نمبر 3663)، 209/2۔

(46) ایضاً، (حدیث نمبر 3662)، 209/2۔

(47) امام عبدالرزاق، المصنف، (حدیث نمبر 2810)، 139/2۔

(48) امام محمد، موطا امام محمد، ترجمہ، خواجہ عبدالوحید، حدیث نمبر 129، سعید کمپنی، (ت۔ن)، کراچی، ص:61۔

اس حدیث کو امام عبدالرزاق نے اس طرح روایت کیا ہے، "وددت ان الذی یقرأ خلف الامام فی فیہ حجر" یعنی میں چاہتا ہوں کہ وہ شخص جو امام کے پیچھے قرأۃ کرتا ہے اس کے منہ میں پتھر ہوں، (مصنف، باب لاصلوٰۃ الا بقرأۃ، حدیث نمبر 2806، 138/2)۔

(49) امام محمد، موطا امام محمد، مقدمہ از علامہ عبدالرشید نعمانی، ص:16۔

(50) جمال الدین، ابو المحاسن یوسف بن تغری، النجوم الزاہرہ فی ملوک مصر والقاہرہ، وزارۃ الثقافۃ والارشاد، (ت۔ن)، مصر، 131/2۔

(51) علامہ ابن حجر عسقلانی، تقریب التہذیب، ص:96۔

علامہ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب، 198/3۔

صفی الدین خزرجی، خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال، المکتبۃ الاثریہ، (ت۔ن)، سانگلہ ہل، 145/1۔

(52) شمس الدین ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ترجمہ، محمد اسحاق، 145/1۔

علامہ ابن حجر عسقلانی، تقریب التہذیب، ص:311۔

علامہ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب، 341/9۔

امام بیہقی، سنن الکبریٰ، (کتاب الصلوٰۃ، باب تعیین القرأۃ بفاتحۃ الکتاب)، دار الفکر، (ت۔ن)، بیروت، 38/2۔

(53) جلال الدین السیوطی، تاریخ الخلفاء، ترجمہ، شمس بریلوی، مدینہ پبلشنگ کمپنی، 1976ء، کراچی، ص:274۔

(54) امام مسلم، الجامع الصحیح، (کتاب فضائل الصحابہ، باب من فضائل علی بن ابی طالب، حدیث نمبر 6225)، 279/2۔

(55) امام عبدالرزاق، المصنف، (حدیث نمبر 2806)، 138/2۔

(56) امام بخاری، الجامع الصحیح، (کتاب فضائل اصحاب النبی، باب مناقب عبداللہ ابن عمر، حدیث نمبر 3779)، 529/1۔

امام مسلم، الجامع الصحیح، (کتاب فضائل الصحابہ، باب من فضائل ابن عمر، حدیث نمبر 6369)، 298/2۔

امام ترمذی، جامع الترمذی، (ابواب المناقب، باب مناقب عبداللہ ابن عمر، حدیث نمبر 3، 225/2۔

(57) امام مالک، موطا، (کتاب الصلوۃ، باب ترک القرأۃ خلف الامام، حدیث نمبر 108)، ص:68۔

(58) علامہ ابن حجر عسقلانی، تقریب التہذیب، ص:326۔

(59) شمس الدین ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، 175-179/1۔

(60) علامہ ابن حجر عسقلانی، تقریب التہذیب، ص326۔

(61) شمس الدین ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، 97/1۔

(62) ابوبکر احمد بن حسین البیہقی، دلائل النبوۃ، دار الکتب العلمیہ، (ت۔ن)، بیروت، 172/2۔

(63) امام بخاری، الجامع الصحیح، (کتاب فضائل اصحاب النبی، باب مناقب سالم مولیٰ ابی حذیفہ، حدیث نمبر 3760)، 531/1۔

امام مسلم الجامع الصحیح، (کتاب فضائل الصحابہ، باب من فضائل عبداللہ بن مسعود، حدیث نمبر 6334)، 293/2۔

(64) امام ترمذی، جامع الترمذی، (ابواب المناقب، باب مناقب عبداللہ بن مسعود، حدیث نمبر 8-3807)، 224/2۔

(65) امام مسلم، الجامع الصحیح، (کتاب فضائل الصحابہ، باب من فضائل عبداللہ بن مسعود، حدیث نمبر 6333)، 293/2۔

(66) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 618/1۔

ابن اثیر الجزری، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ مترجم مولانا عبدالشکور فاروقی، مکتبہ نبویہ، 1408ھ، لاہور، 45/6۔

(67) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 261/2۔

(68) ایضاً۔

(69) امام ابن ابی شیبہ، المصنف، (کتاب الصلوۃ، باب من کرہ القرأۃ خلف الامام)، 376/1۔

امام عبدالرزاق، المصنف، (حدیث نمبر 2803 میں یہ الفاظ نقل کئے گئے ہیں۔ **اقرأ خلف الامام قال انصت للقرآن فان فی الصلوۃ شغلاً وسیکفیک ذلک الامام**)، 138/2۔

امام بیہقی، السنن الکبریٰ، (کتاب الصلوۃ، باب من لایقرأ خلف الامام)، 160/2۔

امام محمد، موطا، (حدیث نمبر 122)، ص:59۔

(70) امام ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، (نمبر 439)، 324/2۔

(71) علامہ ابن حجر عسقلانی، تقریب التہذیب، ص:187۔

(72) امام شمس الدین ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، 203/2۔

(73) ایضاً، 129/1۔

(74) علامہ ابن حجر عسقلانی، تقریب التہذیب، ص:348۔

(75) علامہ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب، (نمبر 546)، 314/10۔

(76) علامہ صفی الدین، خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال، 58/3۔

(77) علامہ ابن حجر عسقلانی، تقریب التہذیب، ص:147۔

(78) علامہ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب، (نمبر 609)، 362,363/4۔

(79) امام محمد، موطا امام محمد، ص:59,60۔

امام بیہقی، السنن الکبریٰ، 160/2۔

(80) امام ترمذی، جامع الترمذی، (کتاب الصلوۃ، باب ما جاء فی ترک القرأۃ خلف الامام، حدیث نمبر 313)، 62/1۔

امام مالک، موطا امام مالک، (باب ماجاء فی افتتاح الصلوٰۃ، ماجاء فی ام القرآن، حدیث نمبر 104)، ص:66۔

امام ابوجعفر طحاوی، شرح معانی الآثار، 151/1۔

(81) شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، ترجمہ، عبدالحق حقانی، اصح المطابع، (ت۔ن)، کراچی، 296/1۔

(82) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 467,626/1۔

ابن اثیر الجزری، اسد الغابہ، 25/4۔

(83) امام مسلم، الجامع الصحیح، (کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ، باب سجود التلاوۃ، حدیث نمبر 1298)، 215/1۔

امام ابوجعفر طحاوی، شرح معانی الآثار، 151/1۔

(84) امام ابوجعفر طحاوی، شرح معانی الآثار، 151/1۔

(85) ایضاً۔

(86) ابوعبیداللہ عبداللہ، چہل حدیث بابت فاتحہ خلف الامام، سی بلاک ڈیرہ غازی خاں، ص:24۔

(87) امام بخاری، الجامع الصحیح، (کتاب الصلوٰۃ، باب وجوب القرأۃ للامام والماموم فی الصلوٰۃ کلہا، حدیث نمبر 756)، 104/1۔

(88) امام ابوداؤد، سنن ابی داؤد، (کتاب الصلوٰۃ، باب ترک القرأۃ فی صلوٰۃ بفاتحۃ الکتاب، حدیث نمبر 822)، 119/1۔

امام نسائی، سنن نسائی، (کتاب الصلوٰۃ، باب ایجاب قرأۃ فاتحۃ الکتاب فی الصلوٰۃ، حدیث نمبر 912)، 109/1۔

(89) ابوداؤد، سنن ابی داؤد، (کتاب الصلوٰۃ، باب من ترک القرأۃ فی صلوٰتہ، حدیث نمبر 818)، 118/1۔

(90) ایضاً، (حدیث نمبر 822)، 118/1۔

(91) سورۃ الاعراف: 204۔

(92) امام ابوداؤد، سنن ابی داؤد، (کتاب الصلوٰۃ، باب ترک القرأۃ فی صلوٰۃ بفاتحۃ الکتاب، حدیث نمبر 822)، 119/1۔

(93) امام ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، باب اتباع السنۃ رسول ﷺ، ص:5۔

ولی الدین تبریزی، مشکوٰۃ المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ص:30۔

امام احمد، المسند، 126/4۔

(94) علامہ ابن حجر عسقلانی، تلخیص الحبیر، باب ادب القضاء، حدیث نمبر 2097، المکتبۃ الاثریہ، (ت۔ن)، سانگلہ ہل، 190/4۔

حافظ امام ابوبکر احمد بن عمرو البزار، البحر الزخار المعروف بمسند البزار، حدیث نمبر 4201، مکتبۃ العلوم والحکم، 2003ء، المدینۃ المنورہ، 137/10۔

(95) امام ترمذی، جامع الترمذی، (ابواب المناقب عن رسول اللہ ﷺ، باب اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر، حدیث نمبر 3662)، 209/2۔

(96) شیخ عبدالقادر جیلانی، غنیۃ الطالبین، مترجم، کتب خانہ السعودیہ، (ت۔ن)، حدیث منزل، کراچی، 1069/2۔

(97) سید عبدالحی، حدیث الغاشیہ، المکتبۃ الاثریہ، (ت۔ن)، سانگلہ ہل، 113/1۔

(98) ایضاً، 122/1۔

(99) علامہ تقی الدین ابن تیمیہ، فتاویٰ مجموع، 294-296/22، 265-330/23۔

(100) ایضاً، 286/23۔

(101) علامہ ابن تیمیہ، تنوع العبادات، ص:86، بحوالہ محمد سرفراز صفدر، احسن الکلام، ص:165۔
شیخ ابوزہرہ مصری نے علامہ ابن تیمیہ کے حالات زندگی پر تحریر کردہ کتاب شیخ الاسلام ابن تیمیہ میں تصنیفات کے ضمن میں صفحہ 816 پر تنوع العبادات کا بھی ذکر کیا ہے اور یہ رسالہ صرف تین صفحات پر مشتمل ہے اور مجموع رسائل صغریٰ میں صفحہ نمبر 133 تا 136 پر مذکور ہے۔

(102) عبدالرحمٰن مبارک پوری، تحقیق الکلام، ص:6۔

کتابیات

القرآن الحکیم

(الف)

ابن ابی شیبہ ابو بکر عبداللہ بن محمد الحافظ (م 235ھ)، المصنف، ادارۃ القرآن دار العلوم الاسلامیہ، کراچی، 1987۔

ابن اثیر مجد الدین علی بن محمد الجزری (م 630ھ)، النہایۃ فی غریب الحدیث، موسسۃ اسماعیلیان، ایران، 1364۔

ایضاً، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مترجم مولانا عبدالشکور فاروقی، مکتبہ نبویہ، لاہور، 1408ھ۔

ابن تغری جمال الدین ابوالمحاسن یوسف بن تغری (م 874ھ)، النجوم الزاہرہ فی ملوک مصر و القاہرہ، وزارۃ الثقافۃ والارشاد، مصر، (ت۔ن)۔

ابن تیمیہ ابوالعباس تقی الدین (م 728ھ) الصارم المسلول، نشر السنۃ، ملتان، (ت۔ن)۔

ایضاً، فتاویٰ مجموع، جمع وترتیب عبدالرحمٰن بن محمد بن قاسم وابنہ، (ت۔ن)، سعودی عرب۔

ابن جریر ابوجعفر محمد بن جریر طبری (م 310ھ)، جامع البیان، عن تاویل القرآن، المعروف تفسیر طبری، ضبط وتعلیق محمود شاکر، داراحیاء التراث العربی، بیروت، 2001ء۔

ابن حبان علاؤ الدین علی بن بلبان الفارسی (م 739ھ) الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، المکتبہ الاثریہ، سانگلہ ہل، (ت۔ن)۔

ابن حجر احمد بن علی عسقلانی (م 852ھ) تقریب التہذیب دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، 1985ء۔

ایضاً، تلخیص الحبیر، المکتبہ الاثریہ، سانگلہ ہل، 1964ء۔

ایضاً، تہذیب التہذیب، المکتبہ الاثریہ، سانگلہ ہل (ت۔ن)۔

ایضاً، فتح الباری لشرح البخاری، دار النشر، الکتب الاسلامیہ، لاہور، 1981ء۔

ابن سعد، ابو عبداللہ محمد بن سعد البصری (م 230ھ)، الطبقات الکبریٰ، ترجمہ، علامہ عبداللہ العمادی، دارالاشاعت، کراچی، 2003ء۔

ابن العابدین محمد امین آفندی (م 1252ھ) ردالمحتار علی الدر المختار، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، 1412ھ۔

ابن قدامہ شمس الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن ابی عمر محمد بن احمد (م 682ھ)، الشرح الکبیر لشرح المقنع، دار الکتاب العربی، بیروت لبنان، 1972ء۔

ابن کثیر عماد الدین ابو الفداء (م 774ھ) التفسیر القرآن، سہیل اکیڈمی، لاہور، 1972ء۔

ابن ماجہ ابوعبداللہ محمد بن یزید (م 273ھ) سنن ابن ماجہ، نور محمد کارخانہ کتب، کراچی، 1381ھ۔

ابن منظور جمال اسدین محمد بن مکرم (م 711ھ) لسان العرب، دار صادر، بیروت، (ت۔ن)۔

ابن ہمام کمال الدین محمد بن عبدالواحد (م 861ھ)، فتح القدیر، المکتبہ الرشیدیہ، کوئٹہ، (ت۔ن)۔

ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی (م 275ھ)، سنن ابی داؤد، ولی محمد کارخانہ کتب، کراچی، 1369ھ۔

احمد بن حنبل امام (م 241ھ)، المسند، دار صادر، بیروت، (ت۔ن)۔

ادریس محمد کاندھلوی (م 1401ھ)، تفسیر معارف القرآن، مکتبہ عثمانیہ، لاہور، 1982ء۔

امان اللہ سید (م 2004ء)، فاتحہ خلف الامام اور تحقیقی جائزہ، سید حسان شاہ اکیڈمی، راجہ جنگ، قصور، 1990ء۔

(3) اگر مقتدی امام کی قرأت سن رہا ہو تو اس کا قرأۃ فاتحہ نہ کرنا۔ اس لئے کہ امام کی قرأت سننا مقتدی کی اپنی قرأت سے بہتر و افضل ہے۔ اگر وہ امام کی قرأت نہ سن رہا ہو تو وہ قرأۃ فاتحہ کرے کیوں کہ قرأت کرنا سکوت سے افضل ہے۔

آپ نے فرمایا تیسرا قول اکثر سلف کا ہے یہ جمہور علماء جیسے مالک، احمد بن حنبل اور ان کے جمہور اصحاب، اصحاب شافعی کی ایک جماعت اور ابوحنیفہ کا موقف ہے۔ امام شافعی کا قدیم قول بھی یہی تھا اور محمد بن حسن شیبانی کا بھی یہی قول ہے۔

یہ تین اقوال نقل کرنے کے بعد امام ابن تیمیہ نے لکھا۔

و قول الجمهور هو الصحيح (99)

یعنی جمہور کا قول ہی صحیح ہے۔ اس کے بعد آپ نے اس قول کی تائید میں متعدد دلائل بیان کئے ہیں۔

آپ نے قرأۃ الفاتحہ خلف الامام کے قائلین کے بارے میں یہ بھی تحریر کیا۔

والذين او جبوا القرأة في الجهر احتجوا بالحديث الذي في السنن عن عبادة ان النبي ﷺ قال اذا كنتم ورائي فلا تقرئوا الا بفاتحة الكتاب فانه لا صلوٰة لمن لم يقرأ بها وهذا الحديث معلل عند آئمة الحديث بامور كثيره ضعفه احمد وغيره من الائمه .(100)

وہ لوگ جو اعلانیہ قرأت والی نماز میں قرأۃ مقتدی کے لئے واجب قرار دیتے ہیں انہوں نے جس حدیث سے دلیل پکڑی ہے وہ حضرت عبادہ کی روایت ہے جسے سنن میں روایت کیا گیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میرے پیچھے ہو تو صرف سورۃ فاتحہ پڑھو اس لئے کہ اس شخص کی نماز نہیں جس نے اسے نہ پڑھا۔

یہ حدیث آئمہ حدیث کے نزدیک کئی وجوہ کی بنا پر معلل ہے اسے امام احمد اور دیگر کئی آئمہ نے بھی ضعیف قرار دیا ہے۔

(ح)

حسام الدین محمد بن محمد (م 644ھ) الحسامی، نور محمد، کراچی، (ت۔ن)۔

حمیدی ابوبکر عبداللہ بن زبیر امام الحافظ (م 219ھ) المسند، المکتبہ السلفیہ، مدینہ منورہ، (ت۔ن)۔

حنیف محمد گنگوہی مولانا، غایۃ السعایۃ فی حل ما فی الهدایہ، المکتبہ الاشرفیہ، لاہور، (ت۔ن)۔

(خ)

خزرجی صفی الدین احمد، (م 923ھ) خلاصہ تذهیب تهذیب الکمال فی اسماء الرجال، المکتبہ الاثریہ، سانگلہ ہل، (ت۔ن)۔

خطیب بغدادی ابوبکر احمد بن علی، (م 463ھ)، تاریخ بغداد، المکتبہ السلفیہ، مدینہ منورہ، (ت۔ن)۔

(د)

دارقطنی علی بن عمر امام (م 385ھ)، سنن الدارقطنی، السید عبداللہ ہاشم یمانی، مدینہ منورہ، 1966ء۔

داؤد راز محمد، (م 1403ھ)، حاشیہ علی ترجمۃ القرآن، ثناء اللہ امرتسری، فاروقی کتب خانہ، ملتان، 1390ھ۔

(ذ)

الذهبی شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد (م 748ھ)، تذکرۃ الحافظ، مترجم حافظ محمد اسحٰق، اسلامک پبلشنگ ہاؤس، لاہور، 1981ء۔

ایضاً، میزان الاعتدال فی نقد الرجال، المکتبہ الاثریہ، سانگلہ ہل، 1963ء۔

(ر)

راغب حسین محمد اصفہانی (م502ھ)، المفردات فی غریب القرآن، نور محمد، کراچی، (ت۔ن)۔

رازی محمد بن ابی بکر (م606ھ) التفسیر الکبیر، مقام، ناشر و تاریخ اشاعت، نامعلوم۔

(س)

سرفراز صفدر محمد مولانا، احسن الکلام فی ترک القرأۃ خلف الامام، ادارہ نشر و اشاعت نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ، 1984ء۔

سلام اللہ دہلوی، الکمالین حاشیہ تفسیر جلالین، سعید کمپنی، کراچی، 1397ھ۔

سیوطی جلال الدین (م911ھ) الاتقان فی علوم القرآن، ترجمہ محمد حلیم انصاری، اصح المطابع، کراچی، (ت۔ن)

ایضاً، تاریخ الخلفاء، مترجم شمس بریلوی، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، 1976ء۔

ایضاً، تفسیر الدر المنثور، منشورات مکتبہ آیۃ العظمیٰ قم، ایران، 1404ھ۔

(ش)

شعرانی عبدالوہاب احمد الشافعی (م 973ھ) المیزان الکبریٰ، دار الفکر، بیروت، (ت۔ن)۔

(ص)

صدیق بن حسن قنوجی بھوپالی علامہ سید (م1307ھ)، مسک الختام شرح بلوغ المرام، المکتبہ الاثریہ، سانگلہ ہل، (ت۔ن)۔

(ط)

طحاوی احمد بن محمد بن ابو جعفر المصری (م321ھ)، شرح معانی الاثار، سعید کمپنی، کراچی، 1970ء۔

(ع)

عبدالحی سید (م)، حدیث الغاشیہ، المکتبہ الاثریہ، سانگلہ ہل، 1989ء۔

عبدالرحمٰن الجزیری، (م1941ء)، کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعہ، ترجمہ منظور احمد عباسی، محکمہ اوقاف، پنجاب، لاہور، 1977ء۔

عبدالرحمٰن مبارکپوری (م1933ء)، تحفۃ الاحوذی، شرح جامع الترمذی، ادارۃ الحکیم امروہ، انڈیا، (ت۔ن)۔

ایضاً، تحقیق الکلام، المکتبہ الاثریہ، سانگلہ ہل، 1968ء۔

عبدالرزاق امام (م211ھ) المصنف، منشورات المجلس العلمی، بیروت، 1970ء۔

عبدالرشید حسینی و غیاث الدین، منتخب اللغات وغیاث اللغات، مطبع نولکشور، لکھنو (ت۔ن)۔

عبدالعزیز ملتانی، استیصال، التقلید و دیگر رسائل، فاروقی کتب خانہ، لاہور، 1994ء۔

عبدالغفور غزنوی، حاشیہ القرآن المسمی الفوائد السلفیہ، مطبع انوار الاسلام، امرت سر، 1324ھ۔

عمیم الاحسان مجددی، قواعد الفقہ، الصدق پبلشرز، کراچی، 1406ھ۔

(ف)

فتح محمد تائب، خلاصۃ التفاسیر، مطبع انوار محمدی، لکھنو، 1926ء۔

فخر الحسن سید، التقریر الحاوی فی حل تفسیر البیضاوی، اسلامی کتب خانہ، کراچی، 1975ء۔

فیروز الدین، فیروز اللغات، فیروز سنز، لاہور، 1975ء۔

(ق)

قرطبی ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر (م 671ھ) (تفسیر) جامع لاحکام القرآن، داراحیاء التراث العربی، قاہرہ، 1965ء۔

قطب الدین شہید (م 1966ء) (تفسیر) فی ظلال القرآن، ترجمہ میاں منظور احمد، اسلامی اکادمی، لاہور، 1989ء۔

(ک)

کاسانی علاؤ الدین امام (م 587ھ)، بدائع الصنائع، فی ترتیب الشرائع، ترجمہ، ڈاکٹر محمود الحسن عارف، مرکز تحقیق دیال سنگھ لائبریری، لاہور، 1993ء۔

(م)

مالک بن انس امام (م 179ھ) الموطا، میر محمد کتب خانہ، کراچی، (ت۔ن)۔

ایضاً، داراحیاء التراث العربی، بیروت، 1997ء۔

محمد بن ابی بکر عبدالقادر رازی (م 691ھ) مختار الصحاح مصطفیٰ البابی حلبی، مصر، 1950ء۔

محمد بن اسماعیل الامیر الیمنی الصنعانی، (م 1182ھ) سبل السلام شرح بلوغ المرام، المکتبہ الاثریہ، سانگلہ ہل (ت۔ن)۔

محمد بن حسن الشیبانی (م 189ھ) الموطا، ترجمہ خواجہ عبدالوحید، سعید کمپنی، کراچی، (ت۔ن)۔

محمد بن عمر ابو الفضل، صراح، مطبع مجیدی، لکھنو، (ت۔ن)

مرغینانی برہان الدین (م 593ھ)، الھدایہ، محمد علی، کراچی، 1311ھ۔

مسلم بن حجاج ابو الحسن امام (261ھ)، الجامع الصحیح، مطبع علیمی، دہلی، 1348ھ۔

موفق الدین مکی، مناقب ابی حنیفہ، دار الکتب العربیہ، بیروت، 1988ء۔

منذری عبدالعظیم بن عبدالقوی (م 656ھ) مختصر سنن ابی داؤد، المکتبہ الاثریہ، سانگلہ ہل، 1979ء۔

(ن)

نسائی ابو عبدالرحمٰن، احمد بن شعیب، (م 303ھ)، سنن النسائی، قدیمی کتب خانہ، کراچی، (ت۔ن)۔

نسفی عبداللہ بن احمد بن محمود (م 710ھ)، تفسیر نسفی، المعروف تفسیر مدارک، دارالکتاب العربی، بیروت، (ت۔ن)۔

(و)

وحید الزماں، ترجمہ موطا امام مالک، اصح المطابع، کراچی، (ت۔ن)۔

ولی الدین خطیب تبریزی (م 740ھ)، مشکوٰۃ المصابیح، اصح المطابع، کراچی، 1368ھ۔

ولی اللہ شاہ دہلوی (م 1176ھ) حجۃ اللہ البالغہ، ترجمہ عبدالحق حقانی، اصح المطابع، کراچی، (ت۔ن)۔

(ہ)

الھیثمی نورالدین علی بن ابی بکر حافظ (م 807ھ) مجمع الزوائد و منبع الفوائد، مکتبہ القدسی، القاہرہ، 1352ھ۔

(ی)

یوسف محمد جے پوری، حقیقت الفقہ، ادارہ اشاعت دین، بمبئی، (ت۔ن)۔

یوسفی احمد حسن خاں و دیگر اراکین مجلس ترتیب، المنجد، دارالاشاعت، کراچی، 1975ء۔